

فروخت ممنوع

نام کتاب	:	کتاب التوحید
تالیف	:	فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان رحمۃ اللہ علیہ
صفحات	:	192
تعداد اشاعت	:	1000
تاریخ اشاعت	:	اگست 2017 م
ناشر	:	دار الخیر فاؤنڈیشن،
۵-لیک پلازہ، کوسہ، ممبرا (مبین)		

كتاب التوحيد

عرض ناشر.....

مقدمة.....

الباب الأول

انسانی زندگی میں کفر والخاد اور شرک کی آمد تاریخ کے آئینے میں

فصل اول

انسانی زندگی میں انحراف

تخلیق انسانی کا مقصد

نفس انسانی سلیم الغطرت ہے

عقیدہ میں پہلی خرابی

نبوت سے پہلے اور بعد

دل کو تسلیم ہے مگر زبان منکر

فصل دوم

شرك اور اس کے اقسام

شرك کیا ہے؟

شرك سب سے بڑا گناہ

شرك کی قسمیں

شرك اکبر

شرك اصغر

.....	شرك جلي
.....	شرك خفي
.....	اخلاص
.....	شرك اكبر او اصغر مين فرق

فصل سوم

.....	کفر اور اس کے اقسام
.....	کفر کیا ہے؟
.....	کفر کی اقسام
.....	کفر اکبر
.....	تکذیب
.....	تکبر و انکار
.....	شک و شبہ
.....	اعراض
.....	نفاق
.....	کفر اصغر
.....	کفر اکبر و کفر اصغر میں مختصر افرق

فصل چهارم

.....	نفاق کی پہچان
.....	نفاق کیا ہے؟
.....	نفاق کے اقسام
.....	اعتقادی نفاق

.....اعتقادی نفاق کی اقسام

.....عملی نفاق

.....نفاق اکبر اور نفاق اصغر میں فرق

فصل پنجم

.....جاہلیت کی پہچان اور اس کی اقسام

.....جاہلیت

.....خلاصہ کلام

.....جاہلیت عامہ

.....جاہلیت خاصہ

.....فسق اور اس کی اقسام

.....فسق کیا ہے؟

.....فسق کی قسمیں

.....داررہ اسلام سے خارج کردینے والا فسق

.....فسق جو داررہ اسلام سے خروج کا سبب نہیں

.....ضلالت

.....ضلالت کیا ہے؟

.....ضلالت کے متعدد معانی

.....ارتداد

.....ارتداد کیا ہے؟

.....ارتداد کی اقسام

.....قولی ارتداد



.....	عملی ارتذاد
.....	اعتقادی ارتذاد
.....	ارتذاد بوجہ شک
.....	مرتد کے احکام

الباب الثاني

توحید کے منافی اقوال و اعمال

فصل اول

.....	علم غیب کا دعویٰ
.....	غیب کا مفہوم
.....	غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے
.....	کسی تیسری مخلوق کو غیب کا علم نہیں
.....	آج کے شبudeh بازوں کا حال

فصل دوم

.....	جادوگر کا ہن اور نجومی کا پیشہ
.....	سحر ایک شیطانی عمل
.....	جادوگر شیاطین کا خادم ہے
.....	جادوگر کا علم غیب کا دعویٰ
.....	کا ہن اور نجومی کا پیشہ
.....	کا ہن اور نجومی کا علم غیب کا دعویٰ
.....	کا ہن اور نجومی کی تصدیق کا حکم

ابن تیمیہ اور جادوگروں کا عجیب واقعہ

فصل سوم

- مزارات پر نذر نیاز ہدیے اور ان کی تعظیم
- محبت میں غلو سے اختناہ
- پختہ قبروں کی ممانعت
- قبرستان میں نماز کی ممانعت
- قبرستان میں مسجد بنانے کی ممانعت
- ابن قیم رحمہ اللہ کی صراحت
- آج کی بدعتات
- حرفا آخر

فصل چہارم

- مجسموں اور یادگار نشانیوں کی تعظیم
- مجسمہ کے کہتے ہیں
- جاندار کی تصویر کی ممانعت اور قوم نوح
- تصویر دروازہ شرک ہے

فصل پنجم

- دین کا مذاق اڑانے اور مقدسات کے مرتكب توہین کا حکم
- دین سے مذاق کفر ہے
- مذاق کا باعث غیر اللہ کی عقیدت ہے
- مذاق و استہزاء کی قسمیں



مذاق صریح

غیر صریح مذاق

فصل ششم

اللہ تعالیٰ کی شریعت کے بجائے دوسرے قوانین کے مطابق فیصلہ دینا.....
 اختلاف کے وقت صحیح طرز عمل.....
 حکمرانوں کے لئے حکم.....
 رعایا کے لئے راہ عمل.....
 قوانین اسلام اور کفر کی سیکھائی ناممکن ہے.....
 قوانین کفر کے مطابق فیصلہ چاہئے والے مسلمانوں کے لئے راہ عمل.....
 انکار طاغوت تو حید کار کرن ہے.....
 خود ساختہ قوانین کے مطابق فیصلہ دینے والے حج کا حکم.....
 ناواقف مگر مجتہد شخص کا حکم.....

فصل هفتم

قانون سازی کس کا حق ہے.....
 خالق ہی قانون ساز ہے.....
 اختلاف میں مسلمان کیا کریں؟.....
 قانون پر راضی غیروں کے.....
 حلال و حرام متعین کرنا انسان کا منصب نہیں.....
 سید نا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی گزارش.....



فصل هشتم

..... ملدانہ تحریکیں
 ملدانہ تحریکیوں اور جاہلی جماعتوں کی طرف انتساب کا حکم
 منافق کے دروخ ہیں
 ملدانہ تحریکیوں کا حال
 ملدانہ تحریکیوں کی طرف انتساب کا حکم
 اسلام اتحاد کا داعی ہے
 من مانی کا نقصان

فصل نهم

..... زندگی کے متعلق دنیاوی نظریہ
 مادی نقطہ نگاہ اور اس کی حقیقت
 دنیاوی نعمتیں امتحان ہیں
 انسان حیوان نہیں کہ اس کا حساب نہ ہو
 دنیا کا عالم مگر دین کا جاہل
 زندگی کے متعلق اسلامی نظریہ

فصل دهم

..... جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے
 جھاڑ پھونک
 جائز اور مشروع دم
 منوع اور ناجائز دم



تعویذ گندے

قرآنی تعویذ

قول اول ”جا نز ہیں“

قول ثانی ”جا نز نہیں“

پہلی وجہ

دوسری وجہ

تیسرا وجہ

دوسری قسم

فصل یا ز دهم

غیر اللہ کی قسم، مخلوق کا وسیلہ اور دہائی کے احکام

غیر اللہ کی قسم کھانا

شرک اصغر شرک اکبر بن جاتا ہے

قسموں کی حفاظت کرو

خلاصہ کلام

وسیلہ اور اس کی اقسام

اللہ کے تقرب کے لئے مخلوق کا توسل

وسیلہ جو جائز ہے

نا جائز اور غیر م مشروع وسیلہ

مردود سے مانگنا

رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی دوسرے کے مقام و منصب سے توسل؟

مخلوق میں کسی کی ذات کا توسل



..... مخلوق کا توسل کیوں جائز نہیں
 مخلوق کو پکارنے اور اس سے مدد چاہنے کی شرعی حیثیت
 جائز استعانت
 ناجائز استعانت

الباب الثالث

رسول اللہ ﷺ، اہل بیت اور صحابہ کرام کے متعلق عقیدہ

فصل اول

..... رسول اللہ ﷺ کی محبت و تظمیم ہر مسلمان پر واجب ہے
 اولین محبت کا حقدار منعم حقیقی ہے
 محبت رسول ﷺ کی محبت کے تابع ہے
 سب سے بڑھ کر محبت
 ابن قیم رحمہ اللہ کیوضاحت
 عروہ بن مسعود کا مشاہدہ
 رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں افراط و تفریط سے ممانعت
 غلوکیا ہے؟
 محبت رسول میں مبالغہ
 احتیاط لازم ہے
 رسول اللہ ﷺ کی قدر و منزلت
 جائز تعریف درست ہے
 ادب پہلا قرینہ ہے
 ابن کثیر رحمہ اللہ کا فرمان

فصل دوم

نبی کریم ﷺ کی اطاعت کا وجوہ
اطاعت رسول واجب ہے۔
ابن کثیر رحمہ اللہ کی صراحت

فصل سوم

سیدالبشر، نبی رحمت، رسول اکرم ﷺ پر درود وسلام
صلوٰۃ وسلام کا حکم
وجوب درود وسلام کے مقامات

فصل چہارم

فضیلت اہل بیت اور بلا افراط و تفریط محبت
اہل بیت سے کیا مراد ہے؟
فضیلت عائشہ رضی اللہ عنہا
اہل سنت و جماعت کا طرز عمل
اہل سنت افراط و تفریط سے مbaraہیں

فصل پنجم

فضائل صحابہ اور ان کے باہمی اختلافات میں اہل سنت کا موقف
صحابہ سے کون لوگ مراد ہیں؟
بریشم کی طرح نرم



ایثار کی مجسم تصویریں
مناقشات صحابہ کے متعلق اہل سنت و جماعت کا موقف
صحابہ کرام میں تنازعہ کا باعث
شارح طحا و یہ کے بقول
ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی توضیح
موقف اہل سنت کا خلاصہ
اول
دوم
پہلا طریقہ
دوسرा طریقہ
تیسرا طریقہ
چوتھا طریقہ
فتنہ پرولوگ

فصل ششم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور انہمہ عظام کو برا کہنے سے بچنا
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہنے کی ممانعت
صحابہ کو برامت کہو
وہ بہترین لوگ تھے
انہمہ ہدایت و علماء امت کو برا بھلا کہنے کی ممانعت



..... ائمہ کی فضیلت
 سنتوں کے رکھوائے
 اہل سنت کے لئے راہ عمل

الباب الرابع

بدعیت اور ان سے بچاؤ

فصل اول

..... اقسام بدعت اور ان کے احکام
 بدعت کیا ہے؟
 بدعت کی اقسام
 دین میں بدعت
 اعتقادی بدعت
 عملی بدعت
 دین میں بدعت کی اقسام کا حکم
 شاطبی کہتے ہیں
 ایک انتباہ
 بدعت کی تقسیم غلط ہے
 قول عمر رضی اللہ عنہ اور اس کی وضاحت



فصل دوم

مسلم معاشرہ میں ظہور بدعت اور اس کے اسباب
 بدعت کس دور میں ایجاد ہوئی
 بدعت نے کس جگہ جنم لیا
 ظہور بدعت کے اسباب
 بدعت کے ظہور کے اسباب و عوامل
 احکام دین سے ناواقتیت
 خواہشات نفس کی پیروی
 اشخاص و آراء کا تعصّب
 کفار کی تقلید

فصل سوم

اہل سنت کا بدعتیوں سے تعلقات کا انداز
 ابوالدرداء غضبنا کا ہو گئے
 قصہ حد سے بڑھنے والوں کا
 امام مالک رحمہ اللہ اور ایک اجنبی
 اہل بدعت کے جواب میں الہلسنت و جماعت کا طریقہ
 رد بدعت میں چند کتابیں
 چند جدید کتابیں

فصل چہارم

عصر حاضر کی چندی بدعتوں کے نمونے



- ربيع الاول میں میلاد کے جشن و جلوس
 اہل میلاد کا اعتقاد
 ابو حفص تاج الدین کا دلوک جواب
 ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا موقف
 بعض مقامات، آثار روزنہ و مردہ اشخاص سے برکت حاصل کرنا
 عبادات اور تقریب الی اللہ کے متعلق بدعا
 موجودہ غیر شرعی کی چند جھلکیاں
 نیت نماز کو پاؤ اوز بلند کرنا
 تاریخ ایام میں جشن و جلوس کا اہتمام
 صوفیا کے ذکر و اذکار
 نصف شعبان کی شب کو نماز اور دن کے روزہ کے لئے تخصیص
 خاتمه
 بدعیوں سے ہمارا کیا سلوک ہو؟

عرض ناشر

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين نبينا محمد و

على آله وصحبه أجمعين — أمابعد!

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ بغیر عقیدہ توحید کے اس کائنات کا کوئی بھی شخص صحیح راستہ نہیں پاسکتا ہے اور نہ ہی صراطِ مستقیم پر گام زن ہو سکتا ہے بلکہ ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے عقیدہ کی اصلاح کرے، اور اس سلسلے میں فکر مند ہو کیونکہ عقیدہ کی سلامتی پر ہی تمام قسم کی عبادتوں کے قبولیت کا دار و مدار ہے اور عقیدہ کی اصلاح صرف اور صرف کتاب و سنت سے ہی ہو سکتی ہے۔

یہی وہ عقیدہ ہے جس کی جانب تمام انبیائے کرام نے اپنی اپنی قوموں کو دعوت دی۔ خود نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں دیگر احکام کی فرضیت سے پہلے تقریباً گیارہ سال اہل مکہ کو اسی عقیدہ توحید کی دعوت دیتے رہے، آپ کی دعوت صرف اور صرف ایک ہی کلمے پر مشتمل تھی۔ ”یاً عَيْهَا النَّاسُ قُولُوا إِلَّا إِلَهٌ إِلَّا اللَّهُ تُفْلِحُوا“، اے لوگو! کلمہ لا الہ الا اللہ کے قائل ہو جاؤ، تم کامیاب ہو جاؤ گے۔

عقیدہ توحید ہی کی بنیاد پر انسان کے اندر استقامت و ثبات قدمی پیدا ہوتی ہے اور اسی کلمے کے اقرار کرنے پر ایک انسان دائرہ کفر سے دائرة اسلام میں داخل ہوتا ہے، دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے اگر اسی کلمے (توحید) پر خاتمہ ہوتا ہے تو اس کے لئے جنت میں داخلے کی بشارت و خوشخبری ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ اس دارِ فانی میں خیر و بھلائی کے تمام چشمے اسی عقیدہ توحید سے پھوٹتے ہیں جس سے انسان آخرت کے ابدی و دائمی عذاب سے نجی جاتا ہے، اس کے گناہوں کی بخشش ہو جاتی ہے، فضل الہی سے اس کے لئے جنت میں داخلہ کی راہیں آسان ہو جاتی ہیں۔

چونکہ ہم جس ماحول میں سانس لے رہے ہیں لوگوں کی اکثریت کلمہ گو ہونے کے

باوجود شرک جیسے کبیرہ گناہ میں ملوث ہے جس کی اصلاح بے حد ضروری ہے۔

عقیدہ کے باب میں متقدمین و متاخرین علماء کی بے شمار تائیفات و تصانیف دستیاب ہیں۔ زیرِ نظر کتاب ”كتاب التوحيد“ فضیلۃ الشیخ رصانع فوزان رحفظہ اللہ (رکن افتاء کمیٹی سعودی عربیہ) کی وہ ماہیہ ناز کتاب ہے جس میں شیخ موصوف نے توحید کی فضیلت و اہمیت، شرک کی قباحت، انواع و اقسام، موجودہ دور میں شرک کی جو بہت ساری شکلیں ہیں جس میں بہت سارے لوگ ملوث ہیں مل لانداز میں نہایت ہی عام فہم اسلوب میں عوام الناس کے عقدی غلطیوں کی اصلاح کی غرض سے تالیف فرمائی ہے۔ مذکورہ کتاب کی افادیت کے پیش نظر اس کی طباعت ہمارے ایک بہت ہی ہر دلعزیز دوست جو دعوتی و رفا، ہی کاموں میں پیش پیش رہتے ہیں اُن کے ذاتی خرچ پر عمل میں آرہی ہے۔

اللہ تعالیٰ انھیں جزاً نیخیر عطا فرمائے، صحت و تو انائی کے ساتھ رکھتے ہوئے مزید ہر کارِ نیخیر کی توفیق فرماتے ہوئے مال و جائداد میں برکت عطا فرمائے۔ آمین!

شمیم احمد عبد الجلیم مدنی

(صدر دارالنجیر فاؤنڈیشن کوسہ، ممبرا، ممبین)

۳۰ اگست ۲۰۱۴ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مقدمة

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على نبيه الصادق الأمين نبينا

وعلى آله وصحبه أجمعين وبعد!

رقم کی زیرنظر کتاب علم توحید پر ایک سنبھیہ تالیف ہے، اس میں اختصار کے ساتھ ساتھ بہت آسان اور عام فہم اسلوب بیان کا خیال رکھا گیا ہے، تالیف کے دوران اپنے اسلاف کرام، سلفی دعوت و تحریک کے علمائے عظام، خاص طور پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم الجوزیہ اور شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمہم اللہ وغیرہم کی کتابوں اور تحریروں سے اقتباس و استفادہ کیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی عقیدہ خاص طور پر توحید کا علم بہت ہی اہم اور بنیادی ہے، اسے سکھنے سکھانے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی طرف بھر پور توجہ دینا ہمارا اولین فریضہ ہے، اس لئے کہ بندوں کے اعمال کی صحت قبولیت اور نفع بخش ہونے کا یہی ایک راستہ ہے، خاص طور پر ایسے وقت اور ماحول میں جہاں الحاد، تصوف، رہبائیت، قبر پرستی اور سنت و شریعت مختلف بدعتوں کی تیز و یند آندھیاں چل رہی ہیں، طرح طرح کی گمراہ کن اور خطرناک تحریکیں اور جماعتیں اپنا کام کر رہی ہیں۔

ایسے زہر آلو دعہد و ماحول میں اگر مسلمان کتاب و سنت پر مبنی صحیح عقیدہ کے ہتھیار سے مسلح نہ ہوں تو بہت جلد انہیں یہ گمراہ کن اور فاسد ہمیں بھالے جائیں گی، ان خطرات کے پیش نظر مسلم بچوں کے لئے کتاب و سنت پر مبنی صحیح عقیدہ پھر اس کی تعلیم و تلقین کا اہتمام اور انتظام بہت ضروری ہے، زیرنظر کتاب اس راہ کی ایک سنبھیہ کوشش ہے۔

صالح بن فوزان الفوزان



انسانی زندگی میں کفر والحاد اور شرک کی آمد تاریخ کے آئینے میں

فصل اول: انسانی زندگی میں انحراف

فصل دوم: شرک اور اس کی اقسام

فصل سوم: کفر اور اس کی اقسام

فصل چہارم: نفاق کی پہچان

فصل پنجم: جاہلیت، فسق، ضلالت اور ارتداد کی حقیقت اقسام اور احکام

فصل اول:

انسانی زندگی میں انحراف

تخلیق انسانی کا مقصد:

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے، اور ان کے لئے رزق کے تمام وسائل مہیا فرمائے ہیں تاکہ وہ یکسو ہو کر عبادت کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّةِ وَالْإِنْسَنَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَ﴾ (۵۶) ما أَرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أَرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ (۵۷) إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمُتَّيَّنُ (۵۸) میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔ نہ میں ان سے روزی چاہتا ہوں اور نہ میری یہ چاہت ہے کہ مجھے کھلانیں۔ اللہ تعالیٰ تو خود ہی سب کا روزی رسال تو انانیٰ والا اور زور آور ہے۔ (الذاريات: ۵۶-۵۸)

نفس انسانی سلیم الفطرت ہے:

نفس انسانی کو اگر اپنی فطرت پر چھوڑا جائے تو وہ ضرور اللہ کی الوہیت کا اقرار کرے گا، اس کی ذات بابرکت سے محبت کرے گا، اس کی عبادت کرے گا، اس کیسا تھکسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گا، لیکن جب اسے جن و انس میں سے شیطان صفت افراد ورغلاتے ہیں، اپنی چکنی چپڑی اور دھوکے کی باتوں سے بہکاتے ہیں تو اس کے اندر بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے، پھر اسے صراط مستقیم سے ہٹا کر غلط را ہوں پر ڈال دیتے ہیں، چونکہ تو حید انسانی فطرت میں ودیعت ہے، اور شرک ایک عارضی اور نووارد چیز ہے، لہذا اگر انسان کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے تو وہ ضرور اپنی فطرت کی طرف لوٹ آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَاقِمْ وَجْهَكَ لِلَّهِ الَّذِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِحَلْقِ

اللَّهُ[ۚ] پس آپ یک سوہو کر اپنا منہ دین کی طرف متوجہ کر دیں اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اس اللہ تعالیٰ کے بنائے کو بدلا نہیں۔ (الروم: ٣٠)

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ”كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبْيَاهُ إِنَّهُ دَانِهِ، أَوْ يُصِرَّ إِنَّهُ، أَوْ يُمَحْسِنَهُ“ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اس کو یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔ (صحیح بخاری: کتاب الجنائز: باب اذا أسلم الصبي فمات: ١٣٥٨)

الہذا اولاً آدم کی اصلیت توحید ہے اور آدم علیہ السلام کے عہد سے صد یوں بعد تک اسلام ہی ان کا دین رہا۔ ارشادربانی ہے:

﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ﴾ دراصل لوگ ایک ہی گروہ تھے اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو خوشخبریاں دیئے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ (البقرۃ: ٢١٣)

عقیدہ میں پہلی خرابی:

صحیح عقیدہ کی عمارت میں شرک و اخraf کی دراڑ پہلی مرتبہ قوم نوح میں پڑی، اس لحاظ سے نوح علیہ السلام کو پہلا رسول کہا گیا۔ ارشادربانی ہے:

﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ﴾ یقیناً ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی کی ہے جیسے کہ نوح علیہ السلام اور ان کے بعد والے نبیوں کی طرف کی۔ (النساء: ١٦٣)

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نوح علیہ السلام اور آدم علیہ السلام کے درمیانی عہد میں دس نسلیں گزریں، وہ سب کی سب اسلام پر تھیں۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ”یہ قول قطعی طور پر دلیل ہے۔ سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کی قرات میں یوں آتی ہے (فاختلفو افبعث الله النبییں) اور سورہ یونس کی اس آیت سے اس قرات کو انہوں نے ثابت کیا ہے۔“

﴿وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَّاِحْدَادًا فَاتَّخَلَفُوا﴾ اور تمام لوگ ایک ہی امت کے تھے پھر انہوں نے اختلاف پیدا کر لیا۔ (یونس: ۱۹)

نبوت سے پہلے اور بعد:

اس سے موصوف نے یہ ثابت کیا ہے کہ انبیاء کے کرام کی بعثت کا سبب اس صحیح دین میں لوگوں کا اختلاف تھا جس پر وہ قائم تھے، جیسے کہ ملک عرب کے لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر قائم تھے، یہاں تک کہ عمرو بن لیجی الخزاعی نامی شخص آیا اور اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کو بدل دیا، عام پور پرے عرب میں اور خاص طور پر حجاز کو بتوں سے بھر دیا، لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان بتوں کی عبادت میں لگ گئے، اور یوں اس مقدس شہر اور اس کے قرب و جوار کے شہروں میں شرک پھیل گیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا، آپ ﷺ نے لوگوں کو توحید کی طرف بلا یا، ملت ابراہیم کے اتباع و پیروی کی دعوت دی، اللہ تعالیٰ کی راہ میں بھر پور جہاد کیا، یہاں تک کہ عقیدہ توحید لوگوں کی زندگی میں لوٹ آیا، ملت ابراہیم کا احیاء ہوا، بت توڑے لئے، اللہ تعالیٰ نے اس نبی امی کے ذریعہ اپنا دین مکمل فرمایا، اور تمام جہانوں پر اپنی نعمت کی تکمیل فرمائی، اسی منیجہ توحید و رسالت پر اس امت کے ابتدائی دور کے لوگ قائم رہے، پھر صلالت کی طرف بلانے والوں کے کرتوت اور اولیاء و بزرگوں کی قبروں پر پختہ عمارتوں کی وجہ سے شرک و بدعت امت کے بہت سے دیگر مذاہب کے اثرات اس میں داخل ہو گئے، پھر صلالت کی طرف بلانے والوں کے کرتوت اور اولیاء و بزرگوں کی قبروں پر پختہ عمارتوں کی وجہ سے شرک و بدعت امت کے بہت سے افراد میں عام ہو گئی، اللہ تعالیٰ کے بجائے بہت سے مجسم عبادت کے لئے چن لئے گئے، ان کی بارگاہ میں منت و سماجت، دعا و استغاش اور نذر و نیاز شروع ہو گئی، پھر اس طرح کے شرکیہ اعمال کرنے والوں نے اپنے اعمال کی توجیہ یہ کی کہ یہ بزرگوں کی عبادات نہیں ہے بلکہ ان سے توسل اور ان کی محبت کا اظہار ہے، ایسی تاویل کرتے وقت یہ لوگ بھول گئے کہ پہلے مشرکوں کے بھی اپنے شرکیہ اعمال کی یہی دلیل ہوا کرتی تھی، ان کا کہنا ہوتا تھا:

﴿مَا تَعْبُدُ هُمْ إِلَّا إِيَقْرَبُوكُمْ إِلَى اللَّهِ أَنْفُلُكُمْ﴾ (وہ کہتے ہیں کہ) ہم تو ان کی بندگی و پوجا صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ رسمائی کر دیں۔ (الزمر: ۳)

اس طرح کے شرکیہ اعمال کے باوجود جن میں اکثر لوگ ہر زمانہ میں بتلا رہے ہیں عام طور پر مشرکوں کی اکثریت تو حیدر بوبیت کی قاتل رہی ہے، ان کا شرک صرف عبادات تک مخصر رہا ہے۔ جیسا کہ سورہ یوسف میں ہے:

﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ﴾ ان میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان رکھنے کے بھی مشرک ہی ہیں۔ (یوسف: ۱۰۶)

دل کو تسلیم ہے مگر زبان منکر:

بنی نوع انسان میں سے رب کے وجود کا انکار بہت ہی کم لوگوں نے کیا ہے جیسے فرعون، ملحدین، دہریے اور عصر حاضر کے کمیونسٹ، ان کے انکار کی وجہ بہت دھرمی ہے، ورنہ اندر ورنی طور پر یہ بھی رب (پروردگار) کے وجود کے قاتل ہیں، اسی طرح کے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَجَحَدُوا بِهَا وَأَسْتَيْقَنَتْهَا آنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا﴾ انہوں نے انکار کر دیا حالانکہ ان کے دل تلقین کر کچے تھے صرف ظلم اور تکبر کی بنی پر۔ (آلہ النمل: ۱۳)

اس طرح کے لوگوں کی عقل و آگہی ضرور گواہی دیتی ہے کہ ہر مخلوق کا کوئی نہ کوئی خالق ہوتا ہے، اور ہر موجود شے کا کوئی نہ کوئی موجود ہوتا ہے، اور کائنات کے اس منظم و مستحکم نظام کو کوئی مدبر، حکیم، بے پناہ قدرت رکھنے والا اور ہمہ گیر علم رکھنے والا چلا رہا ہے، اس بات کا انکار وہی کر سکتا ہے جو عقل سے عاری ہوئیا ایسا ہے دھرم ہو جس نے اپنی عقل سے کام لینا چھوڑ دیا ہے۔

فصل دوم:

شرک اور اس کی اقسام

شرک کیا ہے؟

شرک نام ہے اللہ تعالیٰ کی ربویت والوہیت میں کسی دوسرے کو شریک کرنے کا، اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں شرک یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی غیر کو پکارے اور بعض عبادتوں کو اس کے لئے ادا کرے جیسے نذر و نیاز، خوف و امید اور محبت و تعظیم وغیرہ۔

شرک سب سے بڑا گناہ:

(۱) الہی صفات و خصائص میں مخلوق کو خالق کے مشابہ قرار دینا، اس لئے کہ خالق کے ساتھ کسی مخلوق کو شریک کرنے کا صاف مطلب مخلوق کو خالق کے برابر قرار دینا ہے، یہ سب سے بڑا ظلم ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّ الشَّيْرِكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ پیش کرک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔ (لقمان: ۱۳)

ظلم کہتے ہیں ”کسی چیز کو اس کے مقام محل سے ہٹا کر دوسرا جگہ رکھنے کوں، ہذا جس نے غیر اللہ کی عبادت کی بے شک اس نے عبادت کو اپنی اصل جگہ سے ہٹا کر غیر محل میں استعمال کیا، اور اسے ایک غیر مستحق کی طرف پھر دیا اور یہ سب سے بڑا ظلم ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر فرمادیا ہے کہ شرک کے بعد جو توہ نہیں کرے گا اس کی مغفرت نہیں ہوگی۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشَرِّكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ﴾
یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کرنے جانے کو نہیں بخشت اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے۔

(النساء: ۲۸)

(۳) اللہ تعالیٰ نے اس کی پھر خبر دی ہے کہ اس نے مشرک پر جنت حرام کر دی ہے

اور مشرک ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں پڑا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّهُ مَنْ يُشَرِّكُ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاوِيهُ النَّارِ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾ تبیین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے، اس کا ٹھکانا جہنم ہی ہے اور ظالموں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہو گا۔

(المائدة: ۷۲)

(۲) شرک انسان کے تمام گزشتہ اعمال کو ختم کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَوْ آتَشَرَ كُوْنَةً لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ اگر فرضًا یہ حضرات بھی شرک

کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کرتے تھے وہ سب اکارت ہو جاتے۔ (الانعام: ۸۸)

ایک اور جگہ ارشاد ہے: ﴿وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَيْسَ أَشْرَكُتَ لَيْخَعْلَمَنِ عَمْلَكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَسِيرِينَ﴾ تبییناً تیری طرف بھی اور تجوہ سے پہلے (کے تمام نبیوں) کی طرف بھی وہی کی گئی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور با تبیین تو زیاد کاروں میں سے ہو جائے گا۔ (المرمر: ۲۵)

(۳) میدان جنگ میں مشرک کاخون اور مال حلال ہے۔ ارشادربانی ہے:

﴿فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدُّكُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوهُمْ كُلَّ مَرْضَدٍ﴾ پھر حرمت والے مہینوں کے گزرنے ہی مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انہیں گرفتار کرو اور ان کی تاک میں ہر گھاٹی میں جائیں۔ (التوبۃ: ۵)

اور رسول گرامی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے:

“أَمْرُتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّىٰ يَقُولُوا إِلَّا إِلَهٌ إِلَّا اللَّهُ، فَإِذَا قَالُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ إِلَّا إِحْقَقْهَا” مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک کہ وہ اس بات کی گواہی نہ دینے لگیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، پس جب یہ کام کرنے لگیں تو مجھ سے ان کے جان و مال محفوظ ہو جائیں گے۔

(صحیح بخاری: کتاب الایمان: باب قولہ تعالیٰ فان تابوا... فخلوا سبیلہم: ۲۵)

(۶) شرک سب سے بڑا گناہ ہے: رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

“أَلَا أَنِّيْكُمْ بِإِنْكِيرِ الْكَبَائِرِ قُلْنَا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِلَّا شَرِكُكُمْ بِإِنْكِيرِ
وَعُقُوقِ الْوَالِدِينِ” کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتا دوں؟ ہم لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں
یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شریک کرنا اور والدین کی نافرمانی
کرنا۔ (صحیح بخاری: کتاب الأدب: باب عقوق الوالدين من الكبائر: ۵۹۷۶)

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرماں دیا ہے کہ تخلیق کائنات اور اس کے نظم و انتظام کا مقصد یہ
ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے اسماء و صفات کے ذریعہ پہچانا جائے، لوگ آپس میں عدل و انصاف سے
کام لیں، عدل وہ میزان ہے جس کے ذریعہ آسمان و زمین کا قیام ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا إِلَيْبِنْتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَبَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ
بِالْقِسْطِ﴾ یقیناً ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور
میزان (ترزاو) نازل فرمایا تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں۔ (الحدید: ۲۵)

یہاں اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت سے باخبر کیا کہ اس نے رسول بھیجے اور کتابیں نازل
کیں، تاکہ لوگ عدل و انصاف سے کام لیں، سب سے بڑا عدل و انصاف توحید ہے بلکہ
توحید عدل کا لب لباب ہے، اور شرک کھلا ہوا ظلم ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الشَّرِكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ بیشک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔ (لقمان: ۱۳)

شرک سب سے بڑا ظلم ہے اور توحید سب سے بڑا عدل ہے، شرک تخلیق کائنات کے
اصل مقصد کی سراسر مخالفت ہے لہذا وہ سب سے بڑا گناہ ہے، اس سلسلے میں علامہ ابن قیم رحمہ اللہ
مزید فرماتے ہیں:

چونکہ شرک مقصد تخلیق کائنات کے سراسر مخالف ہے، اور سب سے بڑا گناہ ہے، لہذا اللہ
تعالیٰ نے ہر مشرک کے لئے جنت حرام کر دی ہے، مشرک کے جان و مال، اہل و عیال کو اہل توحید

کے لئے حلال قرار دیا ہے اور چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی عبودیت سے بہت دور ہیں، لہذا انہیں اپنا خادم بننا کر رکھنا چاہئے، اللہ تعالیٰ نے مشرک کے کسی بھی عمل کو قبول کرنے سے انکار کیا ہے، اس کے بارے میں کسی کی سفارش بھی قابل قبول نہ ہوگی، آخرت کے دن اس کا پکارنا بھی رائیگاں جائے گا، اس کی امید یہ بھی ناکام ہوں گی کہ ایک مشرک اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے سب سے زیادہ نادان و بے بہرہ ہوتا ہے، اسی وجہ سے وہ کسی غیر کو اللہ تعالیٰ کا مقابلہ ٹھہرا تا ہے، جو آخری درجہ کی جہالت ہے، یہ غایت درجہ کا ظلم بھی ہے، اگرچہ ایک مشرک اللہ تعالیٰ پر کوئی ظلم نہیں کرتا لیکن وہ اپنے نفس پر بہت بڑا ظلم کرتا ہے۔

شرک ایک نقص اور عیوب ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات و صفات کو پاک قرار دیا ہے، لہذا جو شخص کسی کو شریک کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے وہ چیز ثابت کرتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو پاک قرار دیا ہے، لہذا شرک اللہ تعالیٰ کی سراسر نافرمانی ہے بلکہ اس کے خلاف اعلان جنگ ہے۔

شرک کی قسمیں

☆ شرک اکبر

☆ شرک اصغر

شرک اکبر: جو بندہ کو دائرہ اسلام سے نکال دیتا ہے اور اس کو ہمیشہ کے لئے جہنم رسید کر دیتا ہے یا اس صورت میں ہے جب وہ شرک ہی پر مراہو اور توبہ کی توفیق نہ ملی ہو، شرک اکبر کا مطلب ہے کوئی عبادت غیر اللہ کے لئے ادا کی جائے جیسے غیر اللہ سے دعا کرنا، غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اس کی بارگاہ میں قربانی کرنا، نذر و نیاز چڑھانا، غیر اللہ کے ضمن میں مقابر و مزارات، جنات و شیاطین سب آجاتے ہیں، اسی طرح فوت شدگان سے خوف کھانا کہ وہ اسے تکلیف نہ پہنچا دیں، اس کو بیماری میں بنتلانہ کر دیں، اور غیر اللہ سے ایسی امیدیں وابستہ رکھنا جس پر صرف اللہ قدرت رکھتا ہے، مثلا حاجت پوری کرنا، مصیبت دور کرنا، اس طرح کے شرک کی مشق آج کل اولیاء و بزرگوں کی پختہ قبروں پر خوب ہو رہی ہے، اسی چیز کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هُوَ أَعْلَمُ
شَفَاعًا وَأَنَا عِنْدَ اللَّهِ﴾ اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔
(يونس: ۱۸)

شرک اصغر: جس سے بندہ دائرہ اسلام سے خارج تو نہیں ہوتا لیکن اس کی توحید میں کم آجاتی ہے، یہ شرک اکبر کا ایک ذریعہ ہے، اس کی بھی دو قسمیں:

☆ شرک جلی:

شرک جلی سے مراد شرکیہ الفاظ و افعال ہیں، شرکیہ الفاظ کی مثال غیر اللہ کی قسم کھانا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”مَنْ حَلَّفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشَرَّكَ“ جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا شرک کیا۔ (جامع الترمذی: کتاب النذور والایمان: باب ما جاءَ فِي أَنْ مَنْ حَلَّفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ أَشَرَّكَ: ۱۵۳۵)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس شخص سے یہ فرمانا جس نے کہا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ اور آپ نے چاہا کیا تم نے مجھے اللہ تعالیٰ کا مدمقابل بنادیا؟ کہوا اگر اللہ نے اسکیلے چاہا۔ (نسائی)

اسی طرح کسی کا یہ کہنا اگر اللہ اور فلاں نہ ہوتا جب کہ صحیح یہ ہے کہ جیسا اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر فلاں شخص نے اس لئے کہ لفظ پھر (شم) وقفہ (ترانی) کے لئے آتا ہے، جس سے یہ مفہوم خود بخود پیدا ہو جاتا ہے کہ بندہ کی مشیت اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے۔ ارشاد الہی ہے:

﴿وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ اور تم بغیر پروردگار عالم کے

چاہے پچھنیں چاہ سکتے۔ (التکویر: ۲۹)

جب کہ حرف او مطلق جمع واشتراک کے لئے آتا ہے جس سے ترتیب و تعقیب کا مفہوم پیدا نہیں ہوتا جیسے کسی سے کہا جائے: میرے لئے تو بس اللہ اور تم ہو اور یہ اللہ اور تمہاری برکت کے طفیل ہے وغیرہ۔

شرک یہ اعمال جیسے کڑے پہننا، دفع بلیات کے لئے دھاگا باندھنا، نظر بد سے بچنے کے لئے تعویذ باندھنا وغیرہ، ان اعمال کے ساتھ جب یہ عقیدہ ہو کہ ان کے ذریعے مصائب و پریشانیاں دور ہوتی ہیں، بلا کیسی ملتی ہیں تو یہ شرک اصغر ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو مقاصد کے ذرائع نہیں بنایا، لیکن اگر کسی شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ یہ چیزیں بذات خود بلا و مصیبت دور کرتی ہیں تو یہ شرک اکبر ہے، اس لئے کہ اس میں غیر اللہ کے ساتھ اس تعلق و ربط کا اظہار ہو رہا ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے۔

☆ شرک خفی:

یہ ارادوں اور نیتوں کا شرک ہے جیسے ریا کاری اور شہرت آوری وغیرہ یعنی اللہ تعالیٰ

سے تقرب والے عمل اس لئے کئے جائیں کہ لوگ اس کی تعریف کریں مثلاً کوئی شخص اچھی نما صرف اس لئے پڑھتا ہے یا صدقہ و خیرات صرف اس لئے کرتا ہے کہ لوگ اس کی تعریف کریں ذکر و اذکار اور تلاوت صرف اس لئے کرتا ہے کہ لوگ سئیں اور اس کی خوب تعریف کریں کسی بھی عمل میں جب ریا کاری آجاتی ہے تو وہ عمل باطل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ يَرِجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلَيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾ تو جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے پروردگار کی عبادات میں کسی کوششیک نہ کرے۔ (الکھف: ١١٠)

نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

”إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشَّرُكُ الْأَصْغَرُ قَالُوا : وَمَا الشَّرُكُ الْأَصْغَرُ يَارَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ : الرِّيَاءُ“ تمہارے متعلق سب سے زیادہ مجھے شرک اصغر سے ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! شرک اصغر سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ریا کاری۔ (مسند احمد: ٥/٢٢٨) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سنکو حسن (بلوغ المرام: ص: ٣٠٢) جبکہ امام منذری رحمہ اللہ نے جید کہا ہے۔ (الترغیب: ١/٦٩)

اسی طرح دنیاوی لاچ میں کوئی دینی عمل سرانجام دینا بھی شرک خفی ہے، جیسے کوئی شخص صرف مال و دولت کے لئے حج کرتا ہو، اذان دیتا ہو یا لوگوں کی امامت کرتا ہو، علوم شرعیہ حاصل کرتا ہو یا جہاد فی سبیل اللہ کرتا ہو ایسے لوگوں کے سلسلے میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”تَعَسَ عَبْدُ الدِّينَارِ، وَالدِّرْهَمِ، وَالْقَطِيفَةِ، وَالْخَمِيسَةِ، إِنْ أُعْطِنِ رَضِيَ، فَإِنْ لَمْ يُعْطَ لَمْ يَرِضَ“ اشرفتی کا بندہ، روپے کا بندہ، چادر کا بندہ، کمبیل کا بندہ ہلاک ہوا کہ اگر اسے کچھ دے دیا جائے تب تو خوش ہو جاتا ہے اور اگر نہیں دیا جائے تو ناراض ہو جاتا ہے۔

(صحیح بخاری: کتاب الجهاد والسیر: باب المحراسة في الغزو في سبیل الله: ٢٨٨٢)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ارادوں اور نیتوں کا شرک تو ایسا بحرز خار ہے کہ جس کا کوئی کمار نہیں اور بہت کم لوگ

اس سے نجات ہے۔

الہذا جس شخص نے اپنے عمل سے اللہ کی رضا مندی کے علاوہ کسی دوسری چیز کا ارادہ کیا یا اللہ تعالیٰ سے تقرب کے علاوہ کسی اور چیز کی نیت کی اور غیر اللہ سے اس عمل کے جزا کی درخواست کی تو وہ نیت وار ارادہ کا شرک ہے۔

اخلاص: اخلاص کا مطلب ہے کہ اپنے تمام اعمال و افعال، ارادہ و نیت میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کو خالص کیا جائے، یہی چیز حنفیت یعنی ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے، جس کو اختیار کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو دیا ہے، اس لئے کہ اس کے علاوہ کوئی دوسری چیز اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں، یہی حنفیت اسلام کی حقیقت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَسِيرِ﴾ جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے، اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا۔ (آل عمران: ٨٥)

یہی حنفیت ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے، الہذا جو بھی اس سے اعراض کرے گا وہ دنیا کا سب سے بڑا خسارہ پانے والا ہوگا۔

شرک اکبر و اصغر میں فرق:

ذکورہ بالا باتوں سے یہ چیز صاف طور پر واضح ہو گئی کہ شرک اکبر اور شرک اصغر کے مابین بڑا فرق ہے جیسے:

شرک اکبر سے ایک مسلمان ملت اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور شرک اصغر سے ملت اسلام سے خارج نہیں ہوتا، اگر وہ جہنم میں گیا بھی تو زیادہ دن نہیں رکھا جائے گا۔

شرک اکبر تمام اعمال کو ختم کر دیتا ہے اور شرک اصغر تمام اعمال کو بر باد نہیں کرتا۔

شرک اکبر مشرک کے مال و دولت کو مباح قرار دیتا ہے جبکہ شرک اصغر میں ایسا نہیں

ہے۔

فصل سوم

کفر اور اس کی اقسام

کفر کیا ہے؟

لغوی اعتبار سے کفر کے معنی ڈھانپنے اور چھپانے کے ہیں اور شرعی اصطلاح میں ایمان کی ضد کو کفر کہتے ہیں یعنی اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان نہ لانے کو کفر کہا جاتا ہے، چاہے اس میں تکذیب پائی جائے یا نہ پائی جائے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، بلکہ شبہ، اعراض، وحش، کبر و نخوت اور خواہشات نفس کی پیروی وغیرہ سے بھی اس حکم میں کوئی فرق نہیں پڑتا، اگرچہ جھٹلانے والا سب سے بڑا کافر ہے، اسی زمرہ میں وہ منکر اور جھٹلانے والا آتا ہے جو دل میں رسالت پر یقین رکھنے کے باوجود محض حسد کی وجہ سے کفر کو گلے لگائے رہتا ہے۔

کفر کی اقسام

کفر کی دو قسمیں ہیں: کفر اکبر اور کفر اصغر

کفر اکبر:

کفر اکبر سے مراد وہ کفر ہے جو مسلمان کو دائرہ اسلام سے نکال دیتا ہے۔ اس کی پانچ

قسمیں ہیں:

☆ تکذیب:

تکذیب یعنی جھٹلانا: کفر اکبر کی پہلی قسم ہے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ الَّذِيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثُوَّي لِلْكُفَّارِ يُبَيِّن﴾ اور اس سے بڑا ظالم کون ہو گا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا جب

حق اس کے پاس آجائے وہ اسے جھلائے، کیا ایسے کافروں کا ٹھکانا جہنم نہ ہوگا؟۔
(العنکبوت: ۲۸)

تکبر و انکار ☆ تکبر و انکار:

تکبر و انکار بھی کفر اکبر کی ایک قسم ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلِكَةَ اسْجُدْوَا لِأَدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبْنَى وَاسْتَكْبَرُوا كَانَ مِنَ الْكَفِرِينَ﴾ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سواب نے سجدہ کیا۔ اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں ہو گیا۔ (البقرة: ۳۷)

شک و شبہ ☆ شک و شبہ:

کفر اکبر کی ایک قسم شک و شبہ ہے اسے کفرظن (گمان) بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی دلیل یہ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ قَالَ مَا أَظْنُ أَنْ تَبِيَّدَ هَذِهِ أَبَدًا﴾ (۳۵)
﴿وَمَا أَظْنُنَ السَّاعَةَ قَالِمَةً وَلَئِنْ رُدَدْتُ إِلَى رَبِّي لَا جَدَنَ خَيْرًا مِنْهَا مُنْقَلَبًا﴾ (۳۶)
﴿قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتُ بِاللَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّاكَ رَجْلًا﴾ (۳۷) لَكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا (۳۸) اور یہ اپنے باغ میں گیا اور تھا اپنی جان پر ظلم کرنے والا۔ کہنے لگا کہ میں خیال نہیں کر سکتا کہ کسی وقت بھی یہ بر باد ہو جائے۔ اور نہ میں قیامت کو قائم ہونے والی خیال کرتا ہوں اور اگر (بالفرض) میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو یقیناً میں (اس لوٹنے کی جگہ) اس سے بھی زیادہ بہتر پاؤں گا۔ اس کے ساتھی نے اس سے با تین کرتے ہوئے کہا کہ کیا تو اس (معبد) سے کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا۔ پھر نطفے سے پھر تجھے پورا آدمی بنادیا۔ لیکن میں تو عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہی اللہ میرا پروردگار ہے میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروں گا۔ (الکھف: ۳۵-۳۸)

اعراض:

حق بات سے اعراض کرنا بھی کفر اکبر ہی میں داخل ہے۔ اس کی دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا عَمَّا أُنذِرُوا مُعْرِضُونَ﴾ اور کافر لوگ جس چیز سے ڈرانے جاتے ہیں منہ موڑ لیتے ہیں۔ (الأحقاف: ٣)

نفاق:

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

﴿ذِلِكَ بِأَنَّهُمْ أَمْنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَطَبَعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ﴾ یہ اس سب اس لئے ہے کہ یہ ایمان لا کر پھر کافر ہو گئے پس ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی ہے۔ اب یہ نہیں سمجھتے۔ (المنافقون: ٣)

کفر اصغر:

کفر اصغر سے ایک مسلمان دائرہ اسلام سے نہیں نکلتا اس کفر کو عملی کفر کہا جاتا ہے جیسے کفر نعمت کلام پاک میں اس کی مثال یوں بیان کی گئی ہے:

﴿وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ أَمِنَةً مُّطْمَئِنَةً يَأْتِيهَا رِزْقٌ هَارَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِإِنْعَمِ اللَّهِ﴾ اللہ تعالیٰ اس بستی کی مثال بیان فرماتا ہے جو پورے امن واطمینان سے تھی اس کی روزی اس کے پاس با فراغت ہر جگہ سے چل آ رہی تھی۔ پھر اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر کیا تو۔ (النحل: ١١٢)

☆ مسلمان کا مسلمان سے جنگ وجدال بھی اس میں داخل ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے:

”سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِنَالُهُ كُفْرٌ“ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر

ہے۔ (صحیح بخاری: کتاب الایمان: باب خوف المؤمن من أن يحيط عمله وهو لا يشعر: ٣٨)

☆ نیز فرمایا:

”لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ“ (اے لوگو) تم میرے بعد کافرنہ ہو جانا کہ تم میں سے ایک دوسرے کی گردن زدنی کرنے لگے۔ (صحیح

بخاری: کتاب العلم: باب الانصات للعلماء: ١٢١)

☆ اس میں غیر اللہ کی قسم بھی داخل ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”مَنْ حَلَّفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ“ جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا شرک کیا۔ (جامع الترمذی: کتاب النذور والآیمان: باب ما جاءَ فِي أَنْ مَنْ حَلَّفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ أَشْرَكَ: ١٥٣٥)

کبیرہ گناہ کا مرتكب بھی مومن ہے:

☆ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے کبیرہ گناہ کے مرتكب کو مومن کہا ہے، آیت کریمہ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كِتَبَ عَلَيْكُمُ الْقِصاصُ فِي الْقَتْلِ﴾ اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے۔ (البقرة: ١٧٨)

یہاں قاتل کو مومنوں کے زمرہ سے الگ نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس کو قصاص کے ولی کا بھائی بتایا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَنْ عَفِحَ لَهُ مِنْ أَخْيَهِ شَنِيعًا تَبَاعُ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءُ إِلَيْهِ بِالْحَسَانِ﴾ ہاں جس کسی کو اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دے دی جائے اسے بھلانی کی اتباع کرنی چاہیے اور آسانی کے ساتھ دیت ادا کرنی چاہیے۔ (البقرة: ١٧٨)

بلاشبہ یہاں بھائی سے مراد یہاں دینی بھائی ہے۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿وَإِنْ طَالِفَتِنِي مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَشَلُوا فَاصْلِحُوهُا بَيْنَهُمْ﴾ اور اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں بڑپڑیں تو ان میں میل ملاپ کر دیا کرو۔ (الحجرات: ٩)

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَاصْلِحُوهُا بَيْنَ أَخْوَيْكُمْ﴾ (یاد رکھو) سارے مسلمان

بھائی بھائی ہیں پس اپنے دو بھائیوں میں مlap کر دیا کرو۔ (الحجرات: ۱۰)

کفرا کبر و کفرا صغیر میں مختصر افرق

(۱) کفرا کبر ایک مسلمان کو ملتِ اسلامیہ کے دائرہ سے نکال دیتا ہے، اور اس کے سارے اعمال ختم کر دیتا ہے جب کہ کفرا صغیر ایک مسلمان کو دائرةِ اسلام سے نہیں نکالتا اور نہ اس کے سارے اعمال ہی بر باد کرتا ہے، ہاں اس میں نقص ضرور پیدا کر دیتا ہے۔

(۲) کفرا کبر صاحب کفر کو ہمیشہ کے لئے جہنم رسید کر دیتا ہے، جب کہ کفرا صغیر صاحب کفر کو ہمیشہ کا جہنمی نہیں بناتا، اللہ تعالیٰ اسے معاف کر کے اس کو بالکل ہی جہنم سے بچاتا ہے۔

(۳) کفرا کبر سے صاحب کفر کا جان و مال مباح ہو جاتا ہے، جب کہ کفرا صغیر اس کی جان و مال کو مباح نہیں کرتا۔

(۴) کفرا کبر کی وجہ سے صاحب کفر اور مومنوں کے درمیان اصلی دشمنی اور عداوت لازمی ہے، الہذا مومنوں کے لئے صاحب کفرا کبر سے محبت و دوستی چاہے وہ کتنا ہی قریبی ہو جائز نہیں، جہاں تک کفرا صغیر کی بات ہے تو اس کی وجہ سے صاحب کفرا صغیر سے دوستی کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ اس کے ایمان کی مقدار کے برابر ان سے محبت و دوستی کی جاسکتی ہے اور اس کے کفر و عصيان کی مقدار کے برابر اس سے بغض و دشمنی رکھی جاسکتی ہے۔

فصل چہارم

نفاق کی پہچان

نفاق کیا ہے؟

لغت کے اعتبار سے لفظ نفاق فعل نافق کا ایک مصدر ہے۔ کہا جاتا ہے نافق، یعنی نفاق و منافقہ۔ یہ لفظ ”الاتفاقاء“ سے مأخوذه ہے جو گوہ کے خفیہ منه کو کہتے ہیں، کیوں کہ گوہ کے بارے میں مشہور ہے کہ جب اسے بل کے ایک منه سے تلاش کیا جاتا ہے تو وہ دوسرے منه سے نکل جاتی ہے۔

یہ بھی کہا گیا کہ وہ لفظ نفق سے ماخوذ ہے جو ان بلوں کو کہتے ہیں جن میں گوہ چھپی رہتی ہے۔

شرعی اصطلاح میں نفاق کے معنی ہیں ”اسلام و خیر کا اظہار کرنا اور کفر و شرک و اندر چھپائے رکھنا“۔ اسے نفاق اس لئے کہا گیا ہے کہ منافق ایک دروازہ سے شریعت میں داخل ہوتا ہے تو دوسرے سے نکل جاتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ فرمائی گئی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الْمُنَفِّقِينَ هُمُ الْفَسِقُونَ﴾ بیشک منافق ہی فاسق و بدکردار ہیں۔ (التعویہ: ۲۷)

fasqوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو دائرۃ الشریعت سے نکلے ہوئے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے منافقوں کو کافروں سے بھی برادری دیا ہے۔ آیت کریمہ ہے:

﴿إِنَّ الْمُنَفِّقِينَ فِي الدَّرِكِ الْأَسْفَلَ مِنَ النَّارِ﴾ منافق تو یقیناً جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں جائیں گے۔ (النساء: ۱۲۵)

مزید ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ الْمُنْفِقِينَ يُخْدِلُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ﴾ بیشک منافقوں کے چال

بازیاں کر رہے ہیں اور وہ انہیں اس چال بازی کا بدلہ دینے والا ہے۔ (النساء: ١٣٢)

﴿يُخْدِلُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ أَمْنُوا وَمَا يَخْدِلُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ﴾ (٩) فی قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَرَأَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْنِيُونَ (١٠) وہ اللہ تعالیٰ اور ایمان والوں کو دھوکا دیتے ہیں، لیکن دراصل وہ خود اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں مگر سمجھتے نہیں۔ ان کے دلوں میں بیماری تھی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بیماری میں مزید بڑھا دیا اور ان کے جھوٹ کی وجہ سے ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (البقرة: ٩-١٠)

نفاق کی اقسام

نفاق کی دو قسمیں ہیں: اعتقادی نفاق اور عملی نفاق

اعتقادی نفاق

یہی نفاق اکبر ہے، جس میں ایک منافق بظاہر اسلام کی نمائش کرتا ہے لیکن اپنے اندر رکفر کو چھپائے رکھتا ہے، اس طرح کے نفاق سے آدمی نہ صرف کلی طور پر دین سے خارج ہو جاتا ہے بلکہ وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں بھی پہنچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام برے اوصاف سے انہیں متصف کیا ہے، کبھی کافر کہا، کبھی بے ایمان کہا، کبھی دین اور دین اور دین کے ساتھ مذاق اڑانے والے سے تعبیر کیا، ان کی بربی صفات بیان کرتے وقت کہا گیا کہ یہ ہمہ تن و شمنان دین اسلام کی طرف بھکے رہتے ہیں، اس لئے کہ ان کی اسلام و شمنی بھی ان و شمنوں سے کم نہیں ہوتی منافقین ہر زمانہ میں پائے جاتے ہیں، خاص طور پر ایسے زمانہ میں جب اسلام کی قوت و شوکت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے، چونکہ یہ ظاہری طور پر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے، لہذا یہ اس کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم بھی اس میں داخل ہیں تاکہ اندر رہ کر اسلام اور اہل اسلام کے خلاف سازش کی جاسکے تاکہ مسلمانوں سے مل کر رہنے کا موقع ملے اور اپنے جان و مال کی حفاظت ہو سکے، لہذا ایک منافق بظاہر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان کا اعلان کرتا ہے لیکن اندر ورنی طور پر ان چیزوں سے عاری ہوتا ہے، بلکہ ان حقائق کو جھپٹلاتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے نہ اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندہ پر اپنا کلام پاک نازل فرمایا ہے، اور اس کو رسول بنایا ہے، تاکہ وہ رسول اس کی اجازت سے لوگوں کو ہدایت کرے، اس کی گرفت سے باخبر کرے اور اس کے عذاب سے ڈرائے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان منافقوں کے پردہ کو فاش فرمایا ہے، اور ان کے باطنی راز کو کھول دیا ہے، اور اپنے بندوں پر ان

کے معاملہ کو ظاہر کر دیا ہے تاکہ وہ بھی نفاق اور اہل نفاق سے ڈرتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کی ابتداء میں لوگوں کے تین طبقوں کا تذکرہ کیا ہے، مومنین، کفار اور منافقین، مومنوں کے سلسلہ میں چار آیتیں نازل ہوئیں، کافروں سے متعلق دو آیتیں جب کہ منافقین کے بارے میں تیرہ آیتیں اتریں، اور یہ صرف منافقوں کی کثرت، لوگوں میں نفاق کے پھیلنے اور اسلام اور اہل اسلام کیلئے عظیم فتنہ ثابت ہونے کی وجہ سے ہے، منافقوں کی ریشہ دوائیوں کی وجہ سے اسلام کو بہت سے مصائب جھیلنے پڑے ہیں، اس لئے کہ یہ اسلام کے حقیقی اور کٹر دشمن ہونے کے باوجود اسلام کی طرف منسوب ہوتے ہیں، اسلام کے خلیف و مددگار سمجھے جاتے ہیں، دین میں نئے نئے طریقے نکالتے ہیں، لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ دین میں علم و اصلاح کی باتیں کرتے ہیں، جب کہ حقیقت میں وہ اصلاح نہیں ہوتی غایت درجہ کی جہالت اور دین کے چہرہ کو مسخ کرنا ہوتا ہے۔

اعتقادی نفاق کی اقسام:

اعتقادی نفاق کی چھ قسمیں ہیں:

- (۱) رسول اللہ ﷺ کو جھلانا۔
- (۲) رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے بعض حصے کو جھلانا۔
- (۳) رسول اللہ ﷺ سے بعض رکھنا۔
- (۴) رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت سے بعض رکھنا۔
- (۵) رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کے زوال سے خوش ہونا۔
- (۶) رسول اللہ ﷺ کے دین کے غلبہ و بالادستی سے تکلیف اور نج خونم میں بنتا ہونا۔

عملی نفاق:

اس سے مراد دل میں ایمان کے ساتھ ساتھ منافقوں کے اعمال میں سے کچھ کا ارتکاب

کرنا، اس نفاق سے آدمی ملت اسلامیہ کے دائرہ سے تو نہیں نکلتا لیکن اسلام سے نکلنے کا دائرہ ہموار کرتا ہے، ایسے شخص میں ایمان و نفاق دونوں ہوتے ہیں، جب نفاق کا پلڑا بھاری ہوتا ہے تو وہ خالص منافق ہو جاتا ہے، اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

﴿أَزَّبَعُ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا حَالِصَا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةً مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةً مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدْعَهَا: إِذَا أُؤْتُمْنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَثَ گَذَبٌ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرٌ، وَإِذَا خَاصَّمَ فَجَرَ﴾ چار عادتیں جس کسی میں ہوں تو وہ خالص منافق ہے اور جس کسی میں ان چاروں میں سے ایک عادت ہو تو وہ (بھی) نفاق ہی ہے، جب تک اسے نہ چھوڑ دے۔ (وہ یہ ہیں) جب اسے امین بنایا جائے تو (امانت میں) خیانت کرے اور بات کرتے وقت جھوٹ بولے اور جب (کسی سے) عہد کرے تو اسے پورا نہ کرے اور جب (کسی سے) لڑے تو گالیوں پر اتر آئے۔ (صحیح بخاری: کتاب الایمان: باب علامات المنافق: ۳۷)

لہذا جس شخص میں یہ چاروں خصلتیں جمع ہوں یہ اس کے اندر ساری برا ایساں جمع ہو جاتی ہیں اور اس کے اندر منافقین کی ساری صفات اکٹھا ہو جاتی ہیں، اور جس کے اندر ان میں سے ایک ہواں کے اندر نفاق کی ایک عادت ہوتی ہے، ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کے اندر کچھ اچھی خصلتیں ہوتی ہیں اور کچھ بُری خصلتیں، کچھ ایمانی خصلتیں ہوتی ہیں اور کچھ کفر و نفاق کی خصلتیں، اور وہا پہنچھے برے عمل کے اعتبار سے ثواب و عقاب کا مستحق ہوتا ہے نفاق عملی میں جماعت کے ساتھ نماز میں مستحبی داخل ہے، اس لئے کہ یہ منافقین کی صفات میں سے ہے نفاق بہت بُری اور خطیر ناک چیز ہے، یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نفاق سے بہت زیادہ ڈرتے رہتے تھے، حضرت ابن ابی ملیکہ کا کہنا ہے کہ میں نے تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے اور سب کو اپنے بارے میں نفاق سے ڈرتے ہوئے پایا۔

نفاق اکبر و نفاق اصغر میں فرق

- (۱) نفاق اکبر ایک مسلمان کو دائرہ اسلام سے باہر کر دیتا ہے جب کہ نفاق اصغر کسی مسلمان کو دائرہ اسلام سے باہر نہیں کرتا۔
- (۲) نفاق اکبر میں اعتقاد کے اندر ظاہر و باطن میں اختلاف ہوتا ہے اور نفاق اصغر میں عقیدہ و اعتقاد کے بجائے اعمال کے اندر ظاہر و باطن میں اختلاف ہوتا ہے۔
- (۳) نفاق اکبر کسی مومن سے صادر نہیں ہو سکتا لیکن نفاق اصغر بندہ مومن سے صادر ہو سکتا ہے۔
- (۴) صاحب نفاق اکبر عموماً توبہ نہیں کر پاتا اور اگر تو بہ کربجی لے تو اس کے توبہ کی قبولیت کے سلسلہ میں اختلاف ہے، جب کہ صاحب نفاق اصغر کو عموماً توبہ کی توفیق مل جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول بھی کر لیتا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اکثر و بیشتر ایسا ہوتا ہے کہ ایک مومن بندہ نفاق کے کسی جز میں بمتلا ہو جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے، کبھی اس کے دل میں ایسی چیز آجائی ہے جس سے نفاق لازم آتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس چیز کو اس کے دل سے زائل فرمادیتا ہے۔“

مومن بندہ کو بھی شیطان کے وساوس اور کبھی کفر کے وساوس سے پالا پڑتا ہے، جس سے اس کے دل میں گھٹن پیدا ہوتی ہے جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا تھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم میں سے بعض اپنے دل میں ایسی چیز محسوس کرتے ہیں کہ اس کے بیان کرنے سے ہم آسمان سے زمین پر گر کر مر جانے کو ترجیح دیتے ہیں، یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ”یا ایمان کی کھلی ہوئی نشانی ہے“ (صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب بیان الوسوسة فی الایمان و ما یقوله من

وَجْدَهَا: ۱۳۲)

ایک اور روایت کے لفاظ ہیں ”وہ اپنے دل کی بات کو زبان سے بولنا بہت ہی عظیم و خطرناک سمجھتے ہیں،“ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ کی ہزار ہزار تعریف کہ اس نے ایک سازش کو وسوسہ میں بدل دیا۔“

(سنن أبي داؤد: کتاب الأدب: باب فی رد الوسوسة: ۱۱۲، نسائی فی السنن الکبری: ۱۰۵۰۳ - حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے

اس کی سندر صحیح کہا ہے جب کشیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے: دیکھئے: هدایۃ الرواۃ: ۸۷۶)

یعنی اس کی کراہیت کے باوجود اس طرح کے وسوسہ کا آجنا پھر اس کو اپنے دل سے زائل کرنا ایمان کی صریح دلیل ہے۔

اور جہاں تک کفر اکبر کا تعلق ہے تو اس میں بتلا لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿صُمُّ بُكْمٌ عُمَّيْ فَهُمْ لَا يَرِّجُونَ﴾ وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں پس وہ (حق کی طرف) نہیں لوٹتے۔ (البقرۃ: ۱۸)

یعنی وہ باطنی طور پر اسلام کی طرف نہیں لوٹیں گے، ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿أَوَلَّا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَرَّةً أَوْ مَرَّاتٍ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ﴾ اور کیا ان کو نہیں دکھلائی دیتا کہ یہ لوگ ہر سال ایک بار یاد و بار کسی نہ کسی آفت میں پھنسنے رہتے ہیں پھر بھی نہ تو بہ کرتے اور نہ نصیحت قبول کرتے ہیں۔ (التوبۃ: ۱۲۶)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”بظاہر ان کی تو بہ قبول ہونے کے سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے اس لئے کہ ان کی اندر ورنی حالت کا پتہ چلانا بہت مشکل ہے، اس لئے کہ وہ تو ہمیشہ اسلام ہتھ کا اظہار کرتے ہیں۔“ (مجموعہ الفتاوی: ۲۸، ۲۳۲، ۲۳۵)

فصل پنجم

جاہلیت کی پہچان اور اس کی اقسام

جاہلیت:

”اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور دین و شریعت سے ناواقفیت، حسب و نسب پر بے جا فخر و تکبر اور غرور کی جس حالت میں عرب کے لوگ اسلام سے پہلے بتلا تھے، اس حالت کو جاہلیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔“ (النهایہ لابن الأثیر: ۱۳۲۳)

جاہلیت جہل سے ماخوذ ہے جو علم کی یا اتباع علم کی ضد ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اگر کسی کو حق کا علم نہیں تو وہ جہل بسیط میں بتلا ہے اور اگر اس کا اعتقاد حق کے خلاف ہے تو وہ جہل مرکب میں بتلا ہے اور اگر کوئی حق کا علم رکھتے ہوئے حق کے خلاف بات کرتا ہے، یا حق کے علم کے بغیر حق کے برخلاف بات کرتا ہے تو وہ بھی جاہل ہے، یہ واضح ہو جانے کے بعد معلوم ہوا کہ بعثت نبوی ﷺ سے پہلے لوگ ایسی جاہلیت میں تھے جو کمل طور پر جہل کی طرف منسوب ہے کہ یہ سارے اقوال و اعمال کسی جاہل کے ایجاد کردہ تھے اور جاہل لوگ بجالاتے تھے۔

اسی طرح ہر وہ چیز جو انبیاء علیہم الصلاوۃ وَالسُّلَیْمَ کی لائی ہوئی شریعتوں کے خلاف ہے، اگر وہ اسلام سے پہلے کی بات ہے تو اس زمانہ میں اس زمانہ کی شریعت (یہودیت و نصرانیت) کے خلاف جو چیز تھی وہ جاہلیت تھی، اسے جاہلیت عامة سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد یہ جاہلیت عام نہیں ہے بلکہ کہیں ہوگی، کہیں نہیں ہوگی جیسے کہ دیار کفر کی جاہلیت ہے، اسی طرح یہ افراد میں ہوگی جماعت میں نہیں کسی شخص کے اسلام کے قبول کرنے

سے پہلے کی زندگی کو ہم جاہلیت سے تعبیر کر سکتے ہیں چاہے وہ دیار اسلام ہی میں کیوں نہ ہو، لیکن زمان مطلق کے اعتبار سے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد جاہلیت عامد نہ ہو گئی، اس لئے کہ اب قیامت تک ہر زمانہ میں امت محمدیہ کی ایک جماعت حق پر قائم ہو گئی لیکن جاہلیت مقیدہ (مخصوصہ) اب بھی بعض ملکوں میں اور بہت سے مسلمانوں میں پائی جاسکتی ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”أَرْجِعُ فِي أَمْقَاتِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ“ میری امت میں چار چیزیں جاہلیت کی نشانی ہیں۔

(صحیح مسلم: کتاب الجنائز، باب التشديد في النيامۃ: ۹۳۲)

ایک مرتبہ ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

”انك أمرؤ فيك جاهلية“ تم میں ابھی تک جاہلیت کی بوموجود ہے۔ (کتاب

الایمان، باب المعاصری من أمر الجahلیة ولا يکفر صاحبها)

خلاصہ کلام

جاہلیت کی نسبت جہل کی طرف ہے جو عدم علم کا دوسرا نام ہے، اس کی دو قسمیں:

(۱) جاہلیت عامہ: اس سے مراد بعثت نبوی ﷺ سے ماقبل کا زمانہ اور حالت ہے جو بعثت نبوی ﷺ کی وجہ سے ختم ہو چکی ہے۔

(۲) جاہلیت خاصہ: یہ جاہلیت ہمیشہ کی طرح اب بھی بعض ملکوں، شہروں اور بعض افراد میں باقی ہے، اس سے ان لوگوں کی غلطی کھل کر سامنے آ جاتی ہے جو جاہلیت کو اس زمانہ تک عام کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں اس صدی کی جاہلیت یا اس جیسے دوسرے جملے، جب کہ صحیح جملہ اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ اس صدی کے بعض لوگوں کی جاہلیت یا اس صدی کے اکثر لوگوں کی جاہلیت، جہاں تک عمومیت کا مسئلہ ہے تو یہ صحیح نہیں اور نہ جائز ہی ہے، اس لئے کہ بعثت نبوی ﷺ کی وجہ سے یہ عام جاہلیت ختم ہو چکی ہے۔

فسق اور اس کی اقسام

فسق کیا ہے؟

لغت میں فسق کے معنی ”نکلنے“ کے ہیں اور شرعی اصلاح میں فسق سے مراد ”اطاعت الٰہی سے نکلنا“، اس میں کلی طور پر نکلنا بھی شامل ہے، لہذا کافر کو بھی فاسق کہہ دیا جاتا ہے، اسی طرح اس سے جزوی طور پر نکلنا بھی مراد لیتے ہیں، لہذا ایک مومن سے اگر کوئی کبیرہ گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو اسے فاسق کہہ دیا جاتا ہے۔

فسق کی قسمیں

دائرة اسلام سے خارج کردینے والا فسق:

وہ فسق جس سے آدمی دائرة اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، اسے کفر بھی کہہ دیتے ہیں، لہذا کافر کو بھی فاسق کہہ دیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ابليس کے تذکرہ میں فرمایا:

﴿فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ﴾ اس نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی۔ (الکھف: ۵۰)

اس فسق کے ذریعہ دراصل ابليس نے کفر کیا تھا، اللہ تعالیٰ کا اس ضمن میں یہ بھی ارشاد ہے: ﴿وَآمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَا وَيْهُمُ الَّتَّارُ﴾ لیکن جن لوگوں نے حکم عدویٰ کی ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ (السجدۃ: ۲۰)

اس سے مراد کفار ہیں، اس کی دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كُلَّمَا آرَادُوا آنَ يَّعْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ دُوْقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّذِي

گُنْثَمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿٢٠﴾ جب کبھی اس سے باہر نکلا چاہیں گے اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور کہہ دیا جائے گا کہ اپنے جھٹلانے کے بد لے آگ کا عذاب چکھو۔ (المسجدۃ: ۲۰)

فقہ جو دائرہ اسلام سے خروج کا سبب نہیں:

گنہ گار مسلمان کو بھی فاسق کہہ دیا جاتا ہے لیکن اس کا فسق اسے اسلام سے نہیں نکالتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحَصَّنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةٍ شَهَدَاءٍ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَنِيْنَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبِلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولِيَّكُ هُمُ الْفَسِقُونَ﴾ جو لوگ پاکدا من عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ پیش کر سکیں تو انھیں اسی کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو۔ یہ فاسق لوگ ہیں۔ (النور: ۳)

نیز فرمایا:

﴿الْحِجَّاجُ أَشْهُرٌ مَّعْلُومٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحِجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقٌ وَلَا حِدَالٌ فِي الْحِجَّ﴾ حج کے مہینے مقرر ہیں اس لئے جو شخص ان میں حج لازم کر لے وہ اپنی بیوی سے میل ملاپ کرنے، گناہ کرنے اور لڑائی جھگڑے کرنے سے بچتا رہے۔ (البقرۃ: ۱۹)

(كتاب الإيمان للإمام ابن تيمية: ۲۷۸)

علمائے کرام نے فسق کی تفسیر اس کے معنی عاصی و گنہ گار کے بتائے ہیں۔

ضلالت

ضلالت کیا ہے؟

ضلالت صراط مستقیم سے ہٹ جانے کو کہتے ہیں، یہ ہدایت کی ضد ہے، آیت کریمہ ہے:

﴿مَنْ اهْتَدَى فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضْلُلُ عَلَيْهَا﴾ جو راہ راست حاصل کر لے وہ خود اپنے ہی بھلے کے لئے راہ یافتہ ہوتا ہے اور جو بھٹک جائے اس کا بوجھ اسی کے اوپر ہے۔ (بنی اسرائیل: ۱۵)

ضلالت کے متعدد معانی:

(۱) اس کا اطلاق کفر پر بھی ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَكْفُرُ بِاللَّهِ وَمَلِيكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلْلًا بَعِيدًا﴾ جو شخص اللہ تعالیٰ سے اور اس کے فرشتوں سے اور اس کی کتابوں سے اور اس کے رسولوں سے اور قیامت کے دن سے کفر کرے وہ تو بہت بڑی دور کی گمراہی میں جا

پڑا۔ (النساء: ۱۳۶)

(۲) کبھی اس کا اطلاق شرک پر بھی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَمَنْ يُشْرِكُ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلْلًا بَعِيدًا﴾ اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔ (النساء: ۱۱۶)

(۳) کبھی اس کا اطلاق اس مخالفت پر بھی ہوتا ہے جس سے کفر لازم نہیں آتا، جیسے کہا جاتا ہے ”فرق ضالہ“ یہاں ضالہ سے مراد مخالفہ ہے۔

(۴) غلطی پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے، موسیٰ علیہ السلام کا قول قرآن میں یوں بیان ہوا ہے

﴿قَالَ فَعَلْتُهَا إِذًا وَّأَكَامَنَ الظَّالِّيْنَ﴾ اور موسی عليه السلام نے کہا کہ ہاں وہ حرکت مجھ سے ناگہاں سرمد ہوئی تھی اور میں خطا کاروں میں تھا۔ (الشعراء: ۲۰)

(۵) کبھی نسیان و بھول پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَنْ تَضِّلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُنَزَّكَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى﴾ ایک بھول جائے گی تو دوسری اسے یاد دلائے گی۔ (البقرة: ۲۸۲)

(۶) ضلال کا اطلاق کبھی غائب ہونے اور گم ہونے پر بھی ہوتا ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں ”ضالة الإبل“، یعنی گم شدہ اونٹ۔ (المفردات: للرااغب ۲۹۷-۲۹۸)

ارتداد

ارتداد کیا ہے؟

لغت میں ارتدار جو ع لیعنی پلٹنے کو کہتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَرْتَدُّ وَأَعْلَى آدِبَارِكُم﴾ اور اپنی پشت کے بل روگردانی نہ کرو۔ (المائدۃ: ۲۱)

فچھی اصطلاح میں ارتداد کہتے ہیں ”اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کرنے کو۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيِّنِهِ فَيَمْسُתْ وَهُوَ كَافِرٌ

فَأُولَئِكَ حِبَطْتُ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَبُ النَّارِ هُمْ فِيهَا

خَلِدُونَ﴾ اور تم میں سے جو لوگ اپنے دین سے پلٹ جائیں اسی کفر کی حالت میں مریں، ان

کے اعمال دنیاوی اور اخروی سب غارت ہو جائیں گے۔ یوگ جہنمی ہونگے اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم

میں رہیں گے۔ (البقرۃ: ۷)

ارتداد کی اقسام

نواقض اسلام کے کسی تقض کے ارتکاب سے یہ ارتداد لازم آتا ہے اور نواقض کی چار

قسمیں ہیں:

قولی ارتداد:

جیسے اللہ تعالیٰ اس کے رسول، اس کے فرشتوں یا گزشتہ انبیاء میں سے کسی نبی کو سب و

شتم کرنا، یا علم غیب کا دعویٰ کرنا، یا بیوت کا دعویٰ کرنا، یا جنوبت کا دعویٰ کرے اس کی تصدیق کرنا، یا غیر اللہ سے دعا کرنا، اس سے مدد چاہنا جب کہ اس پر اللہ کے علاوہ کوئی قادر نہیں، یا پھر کسی معاملہ میں غیر اللہ سے پناہ مانگنا وغیرہ۔

عملی ارتداد:

اس کی مثال بہت شجر و حجر، مزار و مقابر کو سجدہ کرنا، اس کے لئے قربانی کرنا، گندی جگہوں پر قرآن مجید رکھنا، جادو گری، اس کو سیکھنا اور سکھانا، اللہ تعالیٰ کی نازل شدہ شریعت کے علاوہ دوسرے قوانین کے مطابق فیصلہ دینا اور شریعت کے علاوہ انسانی قانون ہی کو مستسلہ کا حل سمجھنا وغیرہ۔

اعتقادی ارتداد:

جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کی شرکت کا اعتقاد یا پھر اس کا اعتقاد کہ زنا، شراب اور سود حلال ہے یا پھر روٹی حرام ہے یا نماز واجب نہیں، اس طرح کی وہ تمام چیزیں جن کی حلت یا حرمت یا وجوب پر امت کا قطعی اجماع ہوا اور اس سے کوئی شخص ناواقف نہیں ہے۔

ارتداد بوجہ شک:

کسی ایسی چیز میں شک کے ذریعہ ارتداد کا مرتكب ہونا جس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے جیسے شرک کی حرمت میں شک کرنا، زنا و شراب کی حرمت میں شک کرنا، یا روٹی کی حلت میں شک کرنا، یا رسول اللہ ﷺ کی رسالت یا دیگر انبیاء میں سے کسی کی رسالت پر شک کرنا یا ان کی سچائی پر شک کرنا، یا مذہب اسلام میں شک کرنا، یا موجودہ دور میں اس کے قبل تنفیذ ہونے پر شک کرنا وغیرہ۔

مرتد کے احکام

- (۱) مرتد کو توبہ کی دعوت دی جائے گی، اگر تین دن کے اندر توبہ کر لے اور اسلام کو گلے سے لگائے تو اس کی توبہ قابل قبول سمجھی جائے گی اور اسے چھوڑ دیا جائے گا۔
- (۲) اور اگر توبہ کرنے سے انکار کرے تو اس کا قتل واجب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ”مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ“ جو شخص اپنا دین تبدیل کر دے اسے قتل کر دو۔ (صحیح بخاری: کتاب الجهاد والسیر: باب لا يعذب بعذاب الله: ۱۳۰)
- (۳) توبہ کی طرف دعوت کے دوران اس کو اپنے مال پر تصرف نہیں کرنے دیا جائے گا، اگر دوبارہ اسلام قبول کر لے تو وہ مال اسی کا ہوگا بصورت دیگر یہ مال مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کر دیا جائے گا اور یہ اس صورت میں ہوگا جب کہ ارتداد پر ہی اس کی موت یا قتل ہو، بعض لوگوں کا تو کہنا ہے کہ مرتد ہوتے ہی اس کے مال و دولت کو مسلمانوں کے کام میں لگا دیا جائے گا۔
- (۴) مرتد کی وراثت ختم ہو جائے گی یعنی اس کے اقارب اس کے وارث ہوں گے اور نہ وہ کسی کا وارث ہوگا۔
- (۵) ارتداد کی حالت میں مرنے یا قتل ہونے کی صورت میں اس کو غسل نہیں دیا جائے گا، نہ اس پر جنازہ کی نماز ہی پڑھی جائے گی، مسلمانوں کے قبرستان میں دفنایا بھی نہیں جائے گا اور مسلم قبرستان کے علاوہ کسی دوسری جگہ مٹی کے نیچے ڈھانپ دیا جائے گا۔



توحید کے منافی اقوال و اعمال

- | | |
|-------------|--|
| فصل اول : | علم غیب کا دعویٰ |
| فصل دوم : | جادو کا ہن اور نجومی کا پیشہ |
| فصل سوم : | مزارات پر نذر و نیاز، ہدیے اور ان کی تعظیم |
| فصل چہارم : | جسموں اور یادگار نشانیوں کی تعظیم |
| فصل پنجم : | دین کا مذاق اڑانے اور مقدرات کی توہین کا حکم |
| فصل ششم : | اللہ کی شریعت کے بغیر دوسرے قوانین کے مطابق فیصلہ دینا |
| فصل ہفتم : | قانون سازی کس کا حق ہے؟ |
| فصل ہشتم : | ملحدانہ تحریکیں |
| فصل نهم : | زندگی کے متعلق دنیاوی نظریہ |
| فصل دهم : | جھاڑ پھونک اور تعلیم گنڈے |
| فصل یازدهم: | غیر اللہ کی قسم مخلوق کا وسیلہ اور دہائی |

فصل اول

علم غیب کا دعویٰ

غیب کا مفہوم:

ماضی و مستقبل کی جو چیزیں لوگوں سے غائب و پوشیدہ ہوئیاں آنکھوں سے اوچھل ہوں

انہیں غیب کہا جاتا ہے۔

غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبُ إِلَّا اللَّهُ﴾ کہہ دیجئے کہ آسمان

والوں میں سے زمین والوں میں سے سوا اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا۔ (النمل: ٦٥)

غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے:

وہ جسے چاہے غیب کی خبر دیدے۔

غیب کا علم صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو ہے، پھر وہ اپنے اس غیبی علم میں سے اپنے انبیاء علیہم

السلام اور رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے مصلحت کی بناءطاکرتا ہے، آیت کریمہ ہے:

﴿عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا﴾ (٢٦) إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ

رَسُولٍ (٢٧)﴾ وہ غیب کا جانے والا ہے اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ ہاں جس کو

پیغمبروں میں سے پسند فرمائے۔ (الجن: ٢٧-٢٨)

یعنی غیبی امور میں سے کچھ کا علم صرف اسی کو عطا ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنی رسالت

کے لئے چن لیتا ہے، لہذا اس چنیدہ اور برگزیدہ بندہ کو وہ جتنا چاہتا ہے علم غیب میں سے عطا کرتا ہے۔

اس لئے کہ ایک نبی کو مجزات کے ذریعہ اپنی نبوت کی دلیل پیش کرنی پڑتی ہے، انہیں مجزات میں سے غیب کی خبر دینا بھی ہے، جس پر اللہ تعالیٰ اس کا مطلع فرمادیتا ہے، اس کی اس میں اللہ تعالیٰ کے فرستادہ فرشتے اور انسان دونوں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔

کسی تیسری مخلوق کو غیب کا علم نہیں:

قرآن و حدیث کی واضح دلائل کی بنیادوں پر کہا جاسکتا ہے کہ کوئی تیسری مخلوق اس میں شریک نہیں ہوتی، لہذا انبیاء اور رسولوں کو چھوڑ کر اگر کسی کو کسی بھی وسیلہ و سبب کی بنا پر علم غیب کا دعویٰ ہے تو وہ جھوٹا اور کافر ہے، چاہے اس کا دعویٰ ہتھیں پڑھ کر ہو، یا میں پڑھ کر یا پھر کہانت و جادو اور علم نجوم وغیرہ کے ذریعے، اس طرح کی چیزیں آج بہت سارے شعبدہ باز اور فریبی لوگوں کی طرف سے دیکھنے میں آرہی ہیں جو عموماً کم شدہ چیزوں کے بارے میں خبر دینے کی کوشش کرتے ہیں، بعض امراض کے غلط اسباب عمل بتاتے ہیں عموماً ایسے لوگوں کا کہنا ہوتا ہے ”فلان نے تم کو کچھ کر دیا ہے، اس کی وجہ سے تم بیمار پڑے ہو“، ایسا جن و شیاطین کی خدمت حاصل کرنے پر بھی ہوتا ہے، لیکن لوگوں کے سامنے اس کا اظہار کرتے ہیں کہ فلاں فلام عمل کے ذریعہ یہ سب کچھ بتایا جا رہا ہے، اس طرح کی ساری چیزیں سرار فریب و جھوٹ ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

”ہر کا ہن کے پاس شیطان میں سے ایک مؤکل ہوتا تھا جو اسے آسمان سے چراکر بہت سی پوشیدہ چیزوں کے بارے میں بتادیتا تھا، اس میں بھی وہ سچ کے ساتھ جھوٹ ملا کر بتاتا تھا ان میں سے بعض تو اپنے مؤکل کے سہارے مکہ مدینہ بیت المقدس اور دیگر مقامات مقدسہ تک اڑکر چلے جاتے۔“ (مجموعۃ التوحید: ۷۹)

آج کے شعبدہ بازوں کا حال:

غیب سے متعلق اس طرح کی خبر دی یہ علم نجوم کے ذریعہ بھی ہوتی ہے، اس میں فلک کے

ستاروں کو دیکھ کر زمین کے حادث پر استدلال کیا جاتا ہے، جیسے ہوا چلنے کے اوقات بارش کا وقت، قیمتوں میں اتار چڑھا وغیرہ، یہ وہ چیزیں ہیں جن کے بارے میں نجومیوں کا دعویٰ ہے کہ وہ ستاروں کی گردش، ان کی چال و رفتار اور اجتماع و افتراق دیکھ کر معلوم کی جاسکتی ہیں، ان کا کہنا ہے ”کہ جس نے فلاں ستارہ پر شادی کی تو اس کے ساتھ فلاں چیزیں پیش آئیں گی“، جس فلاں ستارہ کے وقت سفر کیا تو اس کو فلاں فلاں امور کا سامنا ہوگا، فلاں فلاں ستارہ کے وقت جس کے ہاں پیدا اش ہوتی اس کو برکت و خوست میں سے فلاں فلاں چیزیں حاصل ہوں گی، آج کل اخبارات اور رسائل و جرائد میں اس طرح کی وابحیات چیزیں ستاروں اور ستاروں سے متعلق قسمت کے بارے میں خوب چھپ رہی ہیں۔

ہمارے یہاں گنوار، ان پڑھوں کے ساتھ ساتھ بعض پڑھے لکھے اور کمزور ایمان والے اس طرح کے نجومیوں کے پاس جاتے ہیں، ان سے اپنے مستقبل کے بارے میں معلوم کرتے ہیں، شادی سے متعلق بھی مستقبل کی باتیں معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جب کہ اس سلسلہ میں شریعت کا واضح بیان ہے کہ جو کوئی بھی علم غیب کا دعویٰ کرے گا یاد عوی کرنے والے کی تصدیق کرے گا وہ سراسر مشرک و کافر ہوگا، اس لئے کہ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی خاص صفات میں شرکت کا دعویٰ کرتا ہے، ستارے اللہ تعالیٰ کے مطیع و فرماں بردار مخلوق ہیں، ان کے بس میں کچھ بھی نہیں ہے، وہ نیک و بدقال یا موت و حیات کسی بھی چیز پر دلالت نہیں کرتے، یہ سب ان شیاطین کی حرکتیں ہیں جو آسمان کی خبریں چرانے کی کوشش کرتے ہیں۔

فصل دوم

جادوگر، کا ہن اور نجومی کا پیشہ

یہ سارے اعمال اور امور حرام اور شیطان کے ایجاد کردہ ہیں جو عقیدہ میں خلل ڈالتے ہیں یا اس میں نقص پیدا کرتے ہیں، اس لئے کہ یہ چیزیں بغیر شرک یہ اعمال کے حاصل نہیں ہوتیں۔
سحر ایک شیطانی عمل:

سحر (جادو) ایک سفلی عمل ہے، جس کے اسباب بہت ہی پوشیدہ اور باریک ہوتے ہیں۔

اسے سحر اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ سفلی اعمال سے وجود میں آتا ہے، جسے ہماری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں، سحر میں منتر، جھاڑ پھونک، کچھ کلمات، جڑی بوٹیاں اور دھونی وغیرہ سب شامل ہوتے ہیں، سحر کے وجود میں کوئی شک نہیں، بعض سحر دلوں پر اثر کرتا ہے اور بعض جسموں پر، اس کے اثر سے آدمی یا بھی پڑ جاتا ہے اور بعض مر بھی جاتے ہیں، اس سے میاں بیوی کے مابین تفریق بھی ہو جاتی ہے، سحر کا اثر اللہ تعالیٰ کی تقدیری و کائناتی اجازت سے ہے، یہ سراسر شیطانی عمل ہے۔

بعض لوگ تو سحر سکھنے کے لئے شرک اور ارواح خبیثہ سے تقرب کے بہت سے مراحل طے کرتے ہیں پھر شرک کے ذریعہ ان ارواح خبیثہ کی خدمت حاصل کرتے ہیں، اسی لئے شریعت نے اس کا تذکرہ شرک کے ضمن میں کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ”اجتَنِبُوا الْمُوْبِقَاتِ: الشَّيْرُكُ بِاللَّهِ وَالسِّحْرُ“ تباہ کر دینے والی چیز اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے اس سے بچو اور جادو کرنے کرانے سے بھی بچو۔ (صحیح بخاری: کتاب الطب: باب الشرک والسحر من الموبقات: ۲۶۷۵)

سحر دو اعتبار سے شرک میں داخل ہے۔

جادوگر شیاطین کا خادم ہے:

اس میں شیاطین کی خدمت کی جاتی ہے، شیاطین سے تعلق قائم کیا جاتا ہے، شیاطین کی خدمت ان کی محبوب و مرغوب چیزیں پیش کی جاتی ہیں تاکہ وہ جادوگر کی خدمت میں لگا رہے جادو شیاطین کی تعلیمات میں سے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾ بلکہ یہ کفر شیطانوں کا

تمہا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔ (البقرة: ١٠٢)۔

جادوگر کا علم غیب کا دعویٰ:

اس کے شرک ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اس میں علم غیب کا دعویٰ کیا جاتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کا رہونے کا بھی دعویٰ ہوتا ہے جو سراسر کفر و ضلالت ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ عَلِمُوا أَنَّهُنَّ اشْتَرَاهُمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقِهِ﴾ اور وہ جانتے تھے کہ

جو شخص ایسی چیزوں (یعنی سحر اور منتروں غیرہ) کا خریدار ہوگا اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں
— (البقرة: ١٠٢)۔

جب معاملہ ایسا ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سراسر کفر و شرک ہے جو عقیدہ کے خلاف ہے، ایسی حرکتوں کا ارتکاب کرنے والے کا قتل واجب ہے جیسے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے جادوگروں کو قتل کیا ہے، آج کل لوگ جادو اور جادوگروں کے معاملہ میں سستی اور ڈھیل برتنے لگے ہیں، بلکہ اسے اب ایسا فن شمار کر لیا گیا ہے جس پر لوگ فخر کرتے ہیں، اور

احصحاب فتن کی ہمت افزائی کے لئے انہیں بڑے بڑے انعامات دیتے جاتے ہیں، جادوگروں کے اعزاز میں محفل جبکی ہیں، ہزاروں شاکرین کو دعوت دے کر جادوگری دکھائی جاتی ہے، ان کے مابین مقابلے کرائے جاتے ہیں، یہ ساری حرکتیں دین سے ناواقفیت و عقیدہ کے معاملہ میں غفلت والا پرواہی نتیجہ ہے، جس سے کچھ کھلاڑیوں کو دین کے مسلمات سے کھلینے کا موقع دیا جاتا ہے۔

کا ہن اور نجومی کا پیشہ

کا ہن اور نجومی کا علم غیب کا دعویٰ:

ان دونوں میں علم عیب اور غیبی امور سے واقفیت کا دعویٰ کیا جاتا ہے جیسے آئندہ زمین میں کیا ہونے والا ہے؟ پھر اس کا کیا نتیجہ نکلے گا؟ گم شدہ چیز کہاں ہے؟ وغیرہ، ان سب امور میں شیاطین کی خدمت حاصل کی جاتی ہے، خاص طور پر ان شیاطین کی جو آسمان سے خبریں چراتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿كُلُّ أُنْيَنٍ كُمْ عَلَى مَنْ تَكَبَّلَ الشَّيَاطِينَ (٢٢١) تَكَبَّلَ عَلَى كُلِّ أَفَّالٍ أَثِيمٍ (٢٢٢) يُلْقِيُونَ السَّمِعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ (٢٢٣)﴾ (اچھا) میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پھر اترتے ہیں؟ ہر جھوٹے گنہ گار پر اترتے ہیں جو سنی ہوئی بات (اس کے کان میں) لاڈلتے ہیں اور وہ اکثر جھوٹے ہیں۔ (الشعراء: ٢٢١- ٢٢٣)

یہ سب کچھ اس طرح ہوتا ہے کہ شیطان فرشتوں کی باتوں میں سے کچھ چوری چھپے سن لیتا ہے اور کاہن کے کان میں ڈال دیتا ہے، پھر کاہن اپنی طرف سے اس میں سو جھوٹ ملا کر بیان کرتا ہے اور لوگ اس ایک سچ بات کی وجہ سے اس کے سارے جھوٹ کو سچ مان لیتے ہیں، جب کہ علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے لہذا اگر کوئی دعویٰ کرتا ہے کہ کہانت یاد گیر ذرا رائع سے وہ اس علم میں اللہ تعالیٰ کا شریک ہے یا ایسا کہنے والے کی تصدیق کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے لئے شریک کا اقرار کرتا ہے، خود کہانت شرک سے خالی نہیں، اس لئے کہ اس میں شیاطین کو اس کی محظوظ چیزیں پیش کی جاتی ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی رو بوبیت میں شرک ہے، اس لئے کہ اس میں اللہ

تعالیٰ کے علم میں مشارکت و شرکت کا دعویٰ کیا جاتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی الوهیت میں بھی شرک ہے اس لئے کہ اس میں عبادات کے ذریعہ غیر اللہ کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے۔

کا ہن اور نجومی کی تصدیق کا حکم:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے:

”مَنْ أَتَىٰ حَائِضًا، أَوْ امْرَأَةً فِي دُبْرِهَا، أَوْ كَاهِنًا، فَقَدْ كَفَرَ مَنْ أَنْزَلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ“ جو کسی حائض کے پاس آیا یعنی اس سے جماع کیا یا کسی عورت کے پاس پیچھے کے راستے سے آیا، یا کسی کا ہن نجومی کے پاس (غیب کا حال جاننے کے لیے) آیا تو اس نے ان چیزوں کا انکار کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہیں۔ (سنن أبي داؤد: كتاب الكهانة والقطير: باب في الكهان: ٣٩٠٣، جامع الترمذی: ١٣٥، سنن ابن ماجہ: ٤٣٩، رواة الغلیل: ٢٠٠٢)

آج اس طرف توجہ دینہ اور لوگوں کو متوجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ جادوگر، کا ہن اور عراف اور نجومی سب کے سب ہمارے عقیدہ سے کھیل رہے ہیں، جو اپنے کو اطباء کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں اور مریضوں کو غیر اللہ کے لئے نذر و نیاز اور قربانی کا حکم دیتے ہیں مثلاً فلاں فلاں صفت کا بکرا یا مرغاذ نج کیجئے، یا پھر مریضوں کے لئے شرکیہ طسم اور شیطانی تعویذ لکھتے ہیں پھر اس کو تختیوں میں محفوظ کر کے مریضوں کی گردنوں میں لٹکاتے ہیں یا گھر کے صندوق میں رکھواتے ہیں، اس طرح بعض تو غیب کی خبر دینے والے اور گم شدہ چیزوں کا پتہ بتانے والے کی حیثیت سے اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں پھر جاہل و گنوار لوگ اس کے پاس آتے ہیں اور گم شدہ چیزوں سے متعلق ان سے پوچھتے ہیں تو یہ انہیں ان کی خبر دیتے ہیں یا اپنے شیطانی مؤکلوں کے ذریعہ حاضر کر دیتے ہیں۔ اسی طرح بعض حضرات صاحب کشف و کرامات اور ولی بن کر نمودار ہوتے ہیں، مثلاً آگ ان پر اڑنہیں کرتی اور نہ ہتھیار سے انہیں چوٹ لگتی ہے، کبھی کبھی یہ اپنے آپ کو گاڑی

کے نیچے ڈال دیتے ہیں، اس کے علاوہ بہت طرح کی شعبدہ بازیاں دکھاتے ہیں جو دراصل جادو اور شیطانی اعمال ہوتے ہیں تاکہ لوگ فتنہ و فساد میں مبتلا ہوں یا پھر یہ سب خیالی اعمال ہیں جس کی ک ویٰ حقیقت نہیں بلکہ یہ خفیہ ہیلے ہیں، جو مہارت کے ساتھ لوگوں کو دکھائے جاتے ہیں جیسے فرعون کے جادوگروں نے لاثمی اور رسمی کے جادو دکھائے تھے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور جادوگروں کا عجیب واقعہ:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بطنی احمدی (رفاعی) جادوگروں کے ساتھ مناظرہ

میں درج ہے:

”شیخ بطنی رفاعی نے بلند آواز میں کہا: ہمارے ایسے ایسے احوال و کوائف ہیں، پھر خارق عادات چیزوں مثلاً آگ وغیرہ کے اثرات کے ازالہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا: ہمارے ان احوال کو تسلیم کیا جانا چاہئے، اس پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ عضیناً ک ہو کر بلند آواز میں شیخ رفاعی سے فرمایا:

میں دنیا کے مشرق و مغرب کے ہر احمدی سے کہنا چاہوں گا انہوں نے آگ میں جو کچھ کیا بعینہ اسی چیز کو میں بھی کر سکتا ہوں اور اس میں جو جل جائے گا اسے شکست کھانی پڑے گی بلکہ میں یہ بھی کہوں گا کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور یہ اس وقت ہو گا جب ہمارے جسم سر کہ اور گرم پانی سے ڈھل دیئے جائیں گے، یہ سن کر امراء سلطنت اور عام لوگوں نے ہم سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ تو میں نے کہا کہ ان لوگوں کے کچھ ہیلے بہانے ہیں جن کے ذریعہ یہ آگ میں گھس جاتے ہیں مثلاً مینڈک کا تیل، ناریل کا چھلکا اور طلق پتھر وغیرہ سے کچھ تیار کر کے جسم میں مل لیتے ہیں، یہ سن کر لوگوں نے شور مچایا، اس پر اس شخص نے آگ میں گھنسنے کی اپنی قدرت کا اظہار کیا اور کہا

کہ ہم اور آپ کٹھرے میں لپیٹ دیئے جائیں اور ہمارے جسموں کو ”کبریت“ سلانی سے مل دیا جائے، میں نے کہا: چلو ٹھیک ہے، پھر بار بار میں تقاضا کرتا رہا، اس پر اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا تاکہ قمیص نکالے، میں نے کہا بھی نہیں، یہاں تک کہ ہم گرم پانی اور سرکہ سے نہالیں پھر انہوں نے اپنی عادت کے مطابق اپنے وہم کا اظہار کیا اور کہا: جو امیر کو چاہتا ہے وہ لکڑی حاضر کرے، یا لکڑی کا گٹھا حاضر کرے، اس پر میں نے کہا: لکڑی لاتے لاتے دیر ہو جائے گی، لوگ منتشر ہو جائیں گے، اس سے اچھا ہے کہ قند میں جلا دی جائے پھر میں بھی اور تم بھی دونوں اسی میں اپنی اپنی انگلیاں ڈالیں اور یہ عمل انگلیوں کو دھونے کے بعد ہو گا، اس پر جس کی انگلی جلنے کی اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہو گی یا وہ مغلوب ہو گا، جب میں نے یہ بات کہی تو وہ بدل گیا اور ذلیل و خوار

ہوا۔ (مجموع الفتاویٰ: ۱۱-۳۶۵۸-۳۶۶)

قصہ بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح کے فریب کارا سی طرح کے کرو فریب اور خفیہ حیلیوں سے عام لوگوں کو بے وقوف بناتے ہیں۔

فصل سوم

مزارات پر نذر و نیاز، ہدیے اور ان کی تعظیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کے سارے راستے بند فرمادیے ہیں اور شرک و شرکیہ اعمال سے بڑی تاکید کے ساتھ مسلمانوں کو باخبر کر دیا ہے، اس سلسلہ کا پہلا دروازہ مقابر ہیں لہذا قبر پر جانے اور وہاں دعا کرنے کے ایسے ضابطے بنادیے ہیں کہ آدمی شرک سے محفوظ ہو جائے، اسی طرح اولیاء و صالحین کی محبت و عقیدت میں غلو سے امت کو باخبر فرمادیا ہے۔

محبت میں غلو سے اجتناب:

(۱) اولیاء و صالحین کی عقیدت میں غلو سے خبردار کیا گیا اس لئے کہ ان کی عقیدت میں غلو ہوتے ہوتے ان کی عبادت ہونے لگتی ہے، ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

”وَإِيَّاكُمْ وَالْغُلُوْفِ فِي الدِّيَنِ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ الْغُلُوْفِ فِي الدِّيَنِ“ غلو سے پچوہ اس لئے کہ تم سے پہلے جو لوگ ہلاک ہوئے وہ دین میں غلو کرنے ہی کی وجہ ہلاک و بر باد ہوئے۔

(مسند احمد: ۲۱۵۱، ابو یعلی: ۲۳۷۲، ابن حزمیہ: ۲۸۶۷، ابن حبان: ۳۸۷)

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

”لَا تُتَظْرُونِي، كَمَا أَظْرَاثَ النَّصَارَى إِبْنَ مَرْيَمَ، فَإِنَّمَا أَنْفَاقَ عَبْدُهُ فَقُولُوا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ“ مجھے میرے مرتبے سے زیادہ نہ بڑھاؤ جیسے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو نصاری نے ان کے رتبے سے زیادہ بڑھا دیا ہے۔ میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، اس لیے یہی کہا کرو (میرے متعلق) کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ (صحیح بخاری: کتاب أحادیث الأنبياء

، باب قول الله تعالى واذکر في الكتاب مريم: ۳۲۳۵)

پختہ قبروں کی ممانعت:

(۲) رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو پختہ بنانے سے منع فرمایا ہے جیسے ابوالہیان الاسدی سے روایت ہے ”آپ کہتے ہیں کہ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم نے مجھ سے کہا: کیا تمہیں میں اس مہم کے لئے نہ بھیجنوں جس مہم کو سر کرنے کے لئے مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا، جہاں کہیں کوئی مجسمہ نظر آئے اسے توڑ ڈالو اور جہاں بھی اوپری قبر دیکھو اسے برابر کر دو۔“ (صحیح مسلم: کتاب الجنائز، باب الامر بتسویة القبر: ۹۶۹)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو پختہ بنانے اور اس پر (عمارت وغیرہ) تعمیر کرنے سے سختی کے ساتھ روکا ہے۔

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے قبر کو پختہ بنانے، اس پر بیٹھنے اور اس پر چھپت تعمیر کرنے سے منع فرمایا“۔ (صحیح مسلم: کتاب الجنائز، باب النہی عن تجھیص القبر و البناء عليه: ۹۷۰)

قبرستان میں نماز کی ممانعت:

(۳) قبروں کے پاس نماز پڑھنے سے بھی رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”رسول اللہ ﷺ جب مرض الموت میں بیٹلا ہوئے تو آپ ﷺ برابرا پنی چادر منه پر ڈالتے رہتے، جب اس سے تکلیف محسوس کرتے تو کھول دیتے، اس حالت میں آپ ﷺ نے فرمایا: یہود و نصاری پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا،“۔

آپ ﷺ اپنی امت کو اس چیز سے خبر دار فرمائے تھے کیوں کہ آپ ﷺ کو خدشہ تھا کہ لوگ اسے مسجد نہ بنالیں۔ (صحیح بخاری: كتاب الجنائز، باب ما يكره من اتخاذ المساجد على القبور: ١٣٣٠)

مزید فرمایا:

قبرستان میں مسجد بنانے کی ممانعت:

”أَلَا قَرَّإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَاً عَهْدَهُمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ، أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ، إِنِّي أَمْمَهَا كُمْ عَنْ ذَلِكَ“ اچھی طرح سن لو کہ تم سے پہلے کی قومیں اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیتی تھیں، خبردار! قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا، میں تمہیں اس چیز سے روک رہا ہوں۔ (صحیح مسلم: كتاب المساجد، باب النہی عن بناء المساجد على القبور واتخاذ الصور فيها: ٥٣٢)

قبروں کو مسجد بنانے کا صاف مطلب ہے قبروں پر نماز پڑھنا، چاہے اس پر مسجد نہ بھی ہو، لہذا وہ جگہ جو نماز کے لئے مخصوص کی جائے گی وہ مسجد ہو جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وَجَعَلْتُ لِي الْأَرْضَ مَسْجِدًا وَظَهُورًا“ پوری زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور پاکیزہ بنادی گئی ہے۔

(صحیح بخاری: كتاب التیم، ٣٣٥، صحیح مسلم: ٥٢١، بیهقی: ٢١٢٨، الدارمی: ٣٢٢٨)

اکثر لوگوں نے ان احکامات کی مخالفت کی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے جن چیزوں پر سوکا ہے ان کا ارتکاب کیا ہے اس طرح وہ شرک اکبر میں بنتا ہو گئے ہیں، انہوں نے قبروں پر مساجد مزارات اور مقابر بنائے ہیں اور ان پر شرک اکبر کے اعمال ہو رہے ہیں، مذرو نیاز ہو رہی ہے، اصحاب قبر سے منت و مناجات اور دعاء و استغاثہ سب کچھ ہو رہا ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ کی صراحت:

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اگر کوئی شخص قرون اولی سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی سنت اور لوگوں کی موجودہ اعمال کے مابین موازنہ کرنے کی کوشش کرے تو جمع بینالضدین کا احساس ہو گا، دراصل وہ شخص دو ایسی چیزوں کا جمع کرنے والا ہو گا جو کبھی جمع نہیں ہو سکتیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مزار کے پاس نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، لیکن یہ لوگ وہاں ضرور نماز پڑھتے ہیں، انہیں قبر پر یا ان کے پاس مسجد بنانے سے روکا ہے، لیکن یہ وہاں ضرور مسجد بناتے ہیں، بلکہ انہیں مشاہد اور یادگار کا نام دیتے ہیں، تاکہ انہیں اللہ تعالیٰ کے گھر کا مقابلہ بنادیں، قبور پر چراغی جلانے سے روکا ہے، لیکن یہ لوگ ضرور قبرستان میں چراغاں کرتے ہیں، بلکہ قبر پر چراغاں کے لئے جائز ادتنک وقف کر دیتے ہیں، قبرستان یا قبر سے متعلق جشن منانے یا خوشی کا دن منانے سے سختی کے ساتھ روکا گیا ہے، لیکن یہ حضرات بالکل عید و بقر عید کی طرح مقابر و مزارات میں جشن اور عرس منانے ہیں، قبور کو برابر کرنے کا حکم ہے، جیسا کہ حضرت ابوالہیاج الاسدی سے روایت ہے، ان کا کہنا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا ”کیا میں تم کو اس مہم کے لئے نہ بھیجو جس مہم پر رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا تھا، وہ یہ کہ جہاں کہیں کوئی تصویر دیکھو مٹا دو اور جہاں کوئی اونچی قبر دیکھواں کو برابر کر دو۔ (صحیح مسلم: کتاب الجنائز، باب الامر بتسویۃ القبر: ۹۶۹)

صحیح مسلم میں ایک اور روایت حضرت ثما مہم بن شفی سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں:

”هم فضالہ بن عبید کے ساتھ سرز میں روم میں بروڈ نامی جگہ پر تھے کہ ہم میں سے ایک کا انتقال ہو گیا، اس کے دفن کے وقت حضرت فضالہ نے اس کی قبر برابر کر دینے کا حکم دیا، پھر

کہا کہ میں نے رسول ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے قبر کو برابر کر دینے کا حکم دیا

۔ (صحیح مسلم: کتاب الجنائز، باب الأمر بتسویة القبر: ٦٢٩)

جب کہ قبوری لوگ ان دونوں احادیث کی مخالفت پر تلے ہوئے ہیں، گھر کی طرح قبروں کو اونچا کرنے اور ان پر قبہ بنانے میں لگے ہوئے ہیں۔

آج کی بدعاات:

پھر علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے آگے فرمایا:

”رسول اللہ ﷺ کی شریعت اور قبروں سے متعلق رسول اللہ ﷺ کے اوامر و نو، ہی اور آج کے قبوری حضرات کی من گھڑت شریعت کو دیکھو تو دونوں میں فرق نظر آئے گا اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ وہ مفاسد ہیں جن کا شمار مشکل ہے۔“

پھر آپ نے ان مفاسد کا قدرے تفصیلی تذکرہ کیا ہے، یہاں تک کہ آخر میں فرمایا:

”زیارت قبور کی رسول اللہ ﷺ نے اجازت دی اور اس کے متعلق جو ضوابط ہیں وہ صرف آخرت یاد دلانے کے لئے اور صاحب قبر کے ساتھ یہی کامال کرنے کے لئے ہیں یعنی یہ کہ اس کے لئے دعا کی جائے، اس کے لئے اللہ سے رحمت کی درخواست کی جائے، اس کے لئے استغفار کیا جائے اور عافیت کی دعا کی جائے، ان باتوں کی وجہ سے زیارت کرنے والا اپنے لئے بھلائی کرتا ہے اور میت کے لئے بھی، لیکن قبوری مشرکوں نے معاملہ کو بالکل اللہ دیا، دین کو سرے سے بدل دیا، زیارت کا اصل مقصد شرک بنالیا، لہذا میت سے اور میت کے واسطے سے دعا کی جاتی ہے، اسی کے توسل سے اپنی ضروریات مانگی جاتی ہیں، ان کے واسطے سے برکت نازل کروائی جاتی ہے، ڈشمنوں کے خلاف اپنی نصرت کی دعا کی جاتی ہے، وغیرہ، نعوذ باللہ من کل ذالک،

ان سب حرکات کی وجہ سے یہ لوگ اپنے آپ اور میت کو فائدہ پہونچانے کے بجائے الانتصان پہونچا رہے ہیں، اس میں اگر کچھ بھی نہ ہو پھر بھی شریعت اسلامیہ کی برکت سے محرومی تو ہو، یہ جاتی ہے۔ (اغاثۃ اللہفان: ۲۱۳-۲۱۷)

حرف آخر:

ابھی حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ مقابر و مزارات پر نذر و نیاز چڑھانا اور قربانی کرنا شرک اکبر ہے اور اس کا اصلی سبب قبر سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی شریعت اور عمل کی مخالفت ہے، آپ ﷺ نے قبروں پر تعمیر سے منع فرمایا ہے، ان پر مسجد بنانے سے روکا ہے، اس لئے کہ جب ان پر قبے بنائے جائیں گے یا لوگ نماز پڑھنے لگیں گے تو اس سے جاہل لوگ یہ سمجھیں گے کہ اہل قبور نفع و نقصان پہونچاتے ہیں اور جوان سے مدد چاہے وہ اس کی مدد کرتے ہیں، جوان کے پاس جائے وہ اس کی ضروریات پوری کرتے ہیں، یہ سوچ کر یہ جاہل لوگ خوب نذر و نیاز پیش کرتے ہیں، جن کی وجہ سے یہ قبریں آج بست کی شکل اختیار کر چکی ہیں، اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آج انہیں کی عبادت کی جا رہی ہے، جب کہ رسول ﷺ نے فرمایا ہے: "اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَثَنَّا يُعَبَّدُ" اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا کہ جس کی پرستش کی جائے۔

(المؤطا: ۸۵، تحذیر الساجد من اتخاذ القبور مساجد: ص ۷۷)

رسول اللہ ﷺ نے یہ اس لئے فرمایا تھا کہ بہت سی قبروں کا ایسا حال ہونے والا تھا، آج عالم اسلام کا جو حال ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے جو دعا کی تھی اس کی برکت سے آپ ﷺ کے روضہ اطہر کو اللہ تعالیٰ نے شرک کے شاہینہ تک سے بچا رکھا ہے، اگرچہ آج بھی بعض جہلاء و اہل خرافات آپ ﷺ کی ہدایت کی مخالفت کر رہا لئے ہیں لیکن روضہ اطہر تک نہیں پہونچ پاتے، اس لئے کہ آپ ﷺ کا روضہ اطہر آپ کے گھر میں ہے، وہ

مسجد میں نہیں ہے، اس کے چاروں طرف دیواریں چن دی گئی ہیں، جیسا کہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ
نے اپنے شعر میں فرمایا:

”رب العالمين نے آپ کی دعا قبول کر لی اور اس کو دیواروں سے گھیر دیا ہے۔“

فصل چہارم

جسموں اور یادگار نشانیوں کی تعظیم

جسم سے کہتے ہیں؟

تماثل، تمثال کی جمع ہے اس کے معانی مجسم کے ہیں، اس سے مراد انسانی، حیوانی یا دیگر (ذی روح) جان کا رکی شکل کا مجسم ہے اور نسب نصبه کی جمع ہے جس کے معنی نشانی، جھنڈا و پھر کے ہیں، مشرکین عرب ان نشانیوں کے پاس قربانی کیا کرتے تھے، یادگار نشانیوں سے مراد وہ انسانی مجسم ہیں جو مختلف میدانوں اور سڑکوں کے کنارے کسی لیڈر یا عظیم شخص کی یادگار میں نصب کئے جاتے ہیں۔

جاندار کی تصویر کی ممانعت اور قوم نوح:

رسول اللہ ﷺ نے جاندار کی تصویر بنانے سے منع فرمایا ہے۔ خاص طور پر معزز اشخاص جیسے علمائے کرام، شاہان عظام، زاددان باصفا، رؤسائے مملکت و زعمائے اصلاح وغیرہم، چاہے تصویر کسی تختی، کاغذ، دیوار یا کپڑے پر ہاتھ سے بنائی گئی ہو یا پھر آج کل کے کیمرے کی مد سے، اسی چیز پر کندہ کی گئی ہو یا مجسم کی شکل میں بنائی گئی ہو، ہر صورت میں یہ حرام ہے، اسی طرح آپ ﷺ نے دیوار وغیرہ پر تصویر لٹکانے، کسی جگہ مجسمہ قائم کرنے یا بطور یادگار اسے رکھنے سے منع فرمایا ہے، اس لئے کہ یہ شرک کا ذریعہ بتتا ہے، پہلا شرک جو اس سرز میں میں واقع ہوا ہے اس کی وجہ تصویر اور مجسمہ ہی ہے، وہ اس طرح کہ نوح علیہ السلام کی قوم میں کچھ نیک لوگ تھے، جب ان کا انتقال ہوا تو لوگوں کو بڑا غم ہوا، لہذا اشیاطین نے ان کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ جہاں وہ بیٹھا کرتے تھے وہاں ان کے مجسمے نصب کر دوا اور ان پر ان کا نام لکھ دو، لہذا انہوں نے

ایسا ہی کیا، لیکن وہ مجسمے اس وقت پوچھے نہیں جاتے تھے، یہاں تک کہ جب وہ نسل ختم ہو گئی اور لوگ ان نشانیوں کی حقیقت بھول گئے تو پھر ان کی پرستش شروع ہوئی، پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا اور انہوں نے لوگوں کو ان مجسموں کی وجہ سے پیدا ہونے والے شرک سے روکا تو لوگوں نے ان کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور وہ انہیں نصب کر دہ مجسموں کی عبادت پر مصروف ہے جو بعد میں بت بن گئے: آیت کریمہ ہے:

﴿وَقَالُوا لَا تَنذِرُنَا إِلَهَنَا كُمْ وَلَا تَنذِرُنَا وَدًا وَلَا سُواعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعْوَقَ وَنَسَرًا﴾
اور وہ کہنے لگے: اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور وہ سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو کبھی ترک نہ کرنا۔ (نوح: ۲۳)

تصویر دروازہ شرک ہے:

یہ ان لوگوں کے نام ہیں جن کے مجسمے بنائے گئے تھے، تاکہ ان کی یاد باقی رہے اور لوگوں کے دلوں میں ان کی عظمت قائم رہے، ہمیں عبرت کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے کہ آخر کار ان مجسموں کو نصب کرنے کا انجام کیا ہوا؟ لوگ شرک میں مبتلا ہو گئے، اللہ تعالیٰ کی انبیاء اور رسولوں کی نافرمانی کی، اس کے سبب وہ طوفان سے ہلاک ہو گئے، اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے نزدیک وہ معتوب و مغضوب ہو گئے، اس نتیجہ سے تصویر کھینچو نے اور مجسمے نصب کرنے کے خطرہ کو معلوم کیا جا سکتا ہے، اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے تصویر کھینچنے والوں یا بنانے والوں پر لعنت پھیلی ہے اور یہ خبر دی ہے کہ یہ لوگ قیامت کے دن سب سے زیادہ دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے، لہذا آپ ﷺ نے تصویریں مٹانے کا حکم دیا اور یہ خبر دی کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہوا اور یہ سب کچھ تصویر کی خطرناکی اور اس کے فتنہ و فساد اور امت مسلمہ کے عقیدہ

میں اس سے بگاڑ پیدا ہونے کی وجہ سے ہے، اس طرح کے جسمے پارک میں نصب کئے جائیں، سڑک پر یا عام میدانوں میں، یہ ہر حال میں شریعت کے نزدیک حرام ہیں، اس لئے کہ یہ چیز باعث شرک اور عقیدہ کے فساد کی بنیاد ہے۔

اگر آج کفار اس طرح کی حرکتیں کر رہے ہیں تو دراصل ان کے پاس کوئی عقیدہ نہیں جس کی وہ حفاظت کریں، لیکن ہم مسلمانوں کو ان کے ان مشرکانہ اعمال کی نقل نہیں کرنا چاہئے، اس لئے کہ ہمارے پاس عقیدہ و ایمان ہے جو ہماری قوت کا سرچشمہ ہے۔

فصل پنج

دین کا مذاق اڑانے اور مقدسات کے مرتكب تو ہیں کا حکم

دین سے مذاق کفر ہے:

دین کا مذاق اڑانے اور استھزا کرنے والا مسلمان مرتد ہو جاتا ہے اور دائرہ اسلام سے

نکل جاتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ أَإِلَهُوَآيُّهُ وَرَسُولُهُ كُنْتُمْ تَسْتَهِنُونَ ۝ وَنَ (٦٥) لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ

كَفَرْتُمْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ ﴾ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی

مذاق کے لئے رہ گئے ہیں۔ تم بہانے نہ بناؤ یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد بے ایمان ہو گئے۔

(التوبۃ: ٦٥-٦٦)

اس آیت کریمہ سے صاف واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مذاق کفر ہے رسول

اللہ ﷺ کے ساتھ مذاق کفر ہے، اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور نشانیوں کے ساتھ مذاق کفر ہے، جو شخص

بھی ان امور میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی مذاق کرے گا وہ مذکورہ بالا تمام امور سے مذاق

کرنے والا شمار ہوگا، متفاقوں کا وظیرہ ہی یہی تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم کے ساتھ مذاق کیا کرتے تھے، جس کی وجہ سے یہ آیت کریمہ اتری، اس لئے کہ ان امور میں

ایک کا مذاق اڑانا دوسرے کے ساتھ لازم و ملزم ہے، لہذا جو لوگ توحید باری تعالیٰ کو مذاق کا

نشانہ بناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ دیگر مردوں کو پکارنے کو عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، پھر

جب توحید کا حکم دیا جاتا ہے اور شرک سے روکا جاتا ہے تو بھی اس کا مذاق اڑاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا

ارشاد گرامی ہے: ﴿ وَإِذَا رَأَوْكَ إِنْ يَتَخَذُونَكَ إِلَّا هُزُوا أَهَذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ

رَسُولٌ (۲۱) إِنْ كَادَ لِيُضِلُّنَا عَنْ آلِهَتِنَا لَوْلَا أَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا (۲۲) ﴿ اور تمہیں جب کبھی دیکھتے ہیں تو تم سے مسخر پن کرنے لگتے ہیں۔ کہ کیا یہی وہ شخص ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ (وہ تو کہئے) کہ ہم اس پر مجھے رہے ورنہ انہوں نے تو ہمیں ہمارے معبدوں سے بہ کا دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ (الفرقان: ۳۱-۳۲)

مذاق کا باعث غیر اللہ کی عقیدت ہے:

لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں شرک سے منع فرمایا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے لگے، اس زمانہ سے لے کر آج تک مشرکین برابر انبیاء کرام کی عیب جوئی کرتے ہیں، انہیں بے وقوف، گمراہ اور پاگل کے القاب سے نوازتے ہیں، صرف اس لئے کہ وہ انہیں توحید کی دعوت دیتے ہیں، دراصل ان کے دلوں میں شرک کی عظمت بیٹھی ہوئی تھی، اسی طرح ان لوگوں میں جو مشرکین سے قریب ہیں یہی چیز پاؤ گے، انہیں بھی جب توحید کی دعوت دی جاتی ہے تو اس کا مذاق اڑاتے ہیں، اس لئے کہ ان کے دل میں بھی عظمت شرک گھر کر چکی ہے۔

ارشاد الہی ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونَ اللَّهِ أَنَّا أَدَأْ يُجْبِبُونَهُمْ كَعْبَ اللَّهِ﴾ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے شریک اور وہ کوٹھر اکران سے ایسی محبت رکھتے ہیں، جیسی محبت اللہ سے ہونی چاہیے۔ (البقرة: ۱۶۵)

لہذا اگر کوئی شخص اللہ کے بجائے کسی مخلوق کو اسی طرح چاہنے لگے جس طرح اللہ کو چاہا جاتا ہے تو وہ مشرک ہے، اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے ساتھ محبت میں ہمیں فرق کرنا ہو گا، لہذا جس لوگوں نے مقابر و مزارات کو بہت بنالیا ہے انہیں دیکھو گے کہ وہ توحید باری تعالیٰ اور اس کی

عبادت کا مذاق اڑاتے ہیں، اور جن غیر اللہ کو اپنے لئے سفارشی بنارکھا ہے ان کی بے حد تعظیم کرتے ہیں، ان میں سے ہر ایک اللہ کے نام کی جھوٹی قسم کھا سکتا ہے لیکن اس کی جرأت نہیں کر سکتا کہ اپنے شیخ کے نام کی جھوٹی قسم کھائے ان میں سے اکثر کے ذہنوں میں یہ عقیدہ بیٹھا ہوا ہے کہ شیخ سے مدد چاہنا، چاہے وہ اس کی قبر کے پاس ہو یا کسی دوسری عجگہ پر زیادہ مفید اور کارآمد ہے، مسجد میں صحیح کے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگنے سے، اسی عقیدہ کی وجہ سے توحید کی طرف جھکنے والوں کا یہ مذاق اڑاتے ہیں، ان میں سے بہت تو ایسے ہیں جو مسجدوں کو گراتے ہیں اور درگاہوں کی تعمیر کرتے ہیں، ان کو آباد کرتے ہیں، یہ سب کچھ صرف اس لئے کہ اللہ تعالیٰ، اس کی نشانیوں اور اس کے رسول ﷺ کا مذاق اڑایا جائے اور شرک کی تعظیم کی جائے۔ (مجموع الفتاوی)

آن جتنے بھی قبر پرست سب کے سب اس میں مبتلا ہیں۔

مذاق و استہزاۓ کی قسمیں

مذاق کی دو قسمیں ہیں: صریح اور غیر صریح

مذاق صریح:

یعنی کھلامذاق یعنی ایسے مذاق کرنے والے ہیں جن کے سلسلہ میں آیت کریمہ نازل ہو چکی ہے، مثلاً ان کا یہ کہنا کہ ہم نے اپنے علماء کی طرح خوش خوارک، جھوٹ اور جنگ کے وقت بزدل نہیں دیکھے یا اسی طرح کے دیگر جملے جو مذاق کرنے والے عموماً دہرا یا کرتے ہیں، اسی طرح بعض کا یہ کہنا کہ یہ تمہارا دین پانچواں دین ہے یا کسی کا کہنا کہ تمہارا دین جھوٹا دین ہے۔

اسی طرح جب نیکی کا حکم دینے والے اور برائیوں سے روکنے والے ان کے پاس آتے ہیں تو وہ بطور مذاق کہتے ہیں: لو تمہارے دینی بھائی آگئے، اس طرح کے ہزاروں طریقے ہیں جن کے ذریعہ وہ دین کا مذاق اڑاتے ہیں، پھر جن کے مذاق پر آیت کریمہ نازل ہوئی ہوان کی شناخت کا کیا کہنا وہ تو نہایت فتح اور مجرمانہ ہے۔

غیر صریح مذاق:

غیر صریح یعنی ڈھکا چھپا اور کنایہ و اشارہ میں کیا گیا مذاق، یہ وہ سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں جیسے آنکھ کا اشارہ، زبان نکالنا، ہونٹ پھیلانا، تلاوت کلام پاک یا سنت نبوی ﷺ کے پڑھنے یا امر بالمعروف اور نبی عن المکر کے وقت ہاتھ کا دبانا وغیرہ اس طرح کے مذاق میں یہ کلمات بھی داخل ہیں۔ ”اسلام بیسویں صدی کے لئے موزوں نہیں“، ”یہ تو قرون وسطی کے لئے صحیح تھا“، ”اسلام تخلف و رجعت پسندی کی علامت ہے“، ”حدود و سزا کے معاملہ میں اس میں بہت ہی زیادہ سختی، سنگ دلی اور سربریت ہے“، ”اسلام نے عورتوں پر ظلم کیا

ہے، اس کے حقوق ادا نہیں کئے، اس لئے کہ اس نے طلاق کو جائز قرار دیا ہے، اور متعدد زوجات کا اس میں (متعدد بیوی رکھنا) کو جائز قرار دیا ہے۔ اسی طرح ان کا یہ کہنا کہ ”آج کا انسانی قانون لوگوں کے لئے اسلامی قانون سے بہتر ہے“، اسی طرح جو لوگ توحید کی طرف بلاتے ہیں، قبر پرستی و شخصیت پرستی سے روکتے ہیں ان کے بارے میں یہ کہنا کہ ”یہ انتہا پسند ہیں یا مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنا چاہتے ہیں“، یا ”پھر“ یہ وہابی ہیں، یا ”یہ پانچویں مذہب کے پیروکار ہیں“، اسی طرح کے ہزاروں اقوال ہیں جو سب کے سب دین، اہل دین اور عقیدہ صحیحہ کے ساتھ مذاق واستہزاء ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا بالله

اسی طرح کسی سنت کو مضبوطی سے پکڑنے والے کو بھی مذاق کا نشانہ بنایا جاتا ہے، جیسے وہ کہتے ہیں، بالوں میں دین نہیں، یعنی داڑھی کے ساتھ مذاق کے طور پر یہ کہا جاتا ہے۔

ونعوذ بالله من ذالک

فصل ششم

اللہ کی شریعت کے بجائے دوسرے قوانین کے مطابق فیصلہ دینا

اختلاف کے وقت صحیح طرز عمل:

اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کی عبادت کا تقاضا ہے کہ ہم اس کے احکامات کے سامنے سر تسلیم خرم کر دیں، اس کی نازل کردہ شریعت سے خوش ہوں اور اقوال و افعال، اصول و فروع، لڑائی جھگڑے، اموال و نفس کے معاملات اور دیگر تمام حقوق میں اختلاف کے وقت ہم صرف کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کریں، اللہ تعالیٰ ہی حاکم اعلیٰ ہے اور فیصلہ کے وقت اسی کی طرف رجوع کرنا چاہئے، لہذا حکام و شاہان مملکت کو بھی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جو حکم نازل فرمایا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی سنت میں جو کچھ فرمایا ہے وہ اسی کے مطابق فیصلہ کریں۔

حکمرانوں کے لئے حکم:

حکمران طبقہ کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ كُمْ أَنْ تُؤْدُوا الْأَمْرَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعُدْلِ﴾ اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں پہنچاؤ اور جب لوگوں کا فیصلہ کرو تو عدل اور انصاف سے فیصلہ کرو۔ (النساء: ٥٨)

رعایا کے لئے راہ عمل:

رعیت کے حق میں فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولَئِكُمْ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذُلِّكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ مونو! اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی، اور اگر کسی بات پر تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی طرف رجوع کر دیا یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔ (النساء: ٥٩)

قوانین اسلام اور کفر کی سیکھائی ناممکن ہے:

پھر واضح فرماں دیا کہ ایمان اور شریعت کو چھوڑ کر دوسرے قوانین کے مطابق فیصلہ کرو انا ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَرْجُعُونَ أَمْهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكِمُوا إِلَى الظَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكُفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُونَ الشَّيْطَنَ أَنْ يُضْلِلَهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾ کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا؟ جن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو کچھ آپ سے پہلے اتنا گیا ہے اس پر ان کا ایمان ہے، لیکن وہ اپنے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جانا چاہتے ہیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ شیطان کا انکار کریں، شیطان تو یہ چاہتا ہے بہ کا کر دو رُواں دے۔ (النساء: ٦٠)

قوانین کفر کے مطابق فیصلہ چاہنے والا:

فرمایا:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ قِيمًا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ

حَرَجًا فِيمَا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيْمًا》 سوچنے ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپ کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمابنداری کے ساتھ قبول کر لیں۔ (النساء: ٤٥)

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے بہت ہی سختی کے ساتھ ان لوگوں کے ایمان کی لنگی کر دی ہے جو شریعت کے علاوہ دوسرے خود ساختہ قوانین سے راضی ہیں اور ان کو تسلیم کر لیتے ہیں، اسی طرح ان حکمرانوں کو کفر، ظلم اور فسق سے متصف کیا گیا ہے۔

﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔ (المائدۃ: ٣٣)

﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ بے انصاف ہیں۔ (المائدۃ: ٣٥)

﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَسِيْقُونَ﴾ اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ نافرمان ہیں۔ (المائدۃ: ٣٧)

اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق حکومت کرنا اور اسی کے مطابق فیصلہ کرنا اور تمام نزعات و اختلافات میں اسی کو حکم بناانا فرض ہے، علماء کے مابین اجتہادی اختلافات میں بھی اس کی طرف رجوع کرنا واجب ہے، اجتہادی مسائل میں سے جو قرآن و سنت کے موافق ہیں وہی قبول کئے جاسکتے ہیں، اس سلسلہ میں کسی طرح کا تعصب اور کسی امام یا زنہب کی طرف داری قبول نہ ہوگی، اس طرح پر نہ لایہی میں نہیں جیسا کہ بعض ممالک میں رائج ہے بلکہ تمام حقوق، مسائل و مشکلات اور مقدمات میں اسی کے مطابق فیصلہ کرنا ہوگا اس لئے کہ اسلام ایک مکمل اکائی

ہے جس کو الگ الگ نہیں کیا جاسکتا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَةً﴾ ایمان والاسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ (البقرة: ٢٠٨)

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿آفَتُؤْمِنُونَ بِعَضِ الْكِتَبِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ﴾ کیا بعض احکام پر ایمان رکھتے ہو اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہو۔ (البقرة: ٨٥)

مسلمانوں کے لئے راہ عمل:

اسی طرح تمام مذاہب کے تبعین پر ضروری ہے کہ اپنے انہم کے اقوال کو کتاب و سنت کی کسوٹی پر کھکھل کر پرکھیں، جو کتاب و سنت کے موافق ہوں انہیں لے لیں اور جو کتاب و سنت کے مخالف ہوں انہیں بلا کسی تعصّب و طرف داری کے رد کرو دیں، خاص طور پر عقیدہ کی چیزوں میں اس لئے کہ خود انہم کرام نے اس کی وصیت کی ہے اور تمام مذاہب کے انہم نے یہی کہا ہے، لہذا آج جو ان کی مخالفت کرے گا وہ ان کا پیر و کار نہیں ہو سکتا، چاہے ان کی نسبت ان کی طرف کیوں نہ ہو، ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿إِنَّمَا تَنْهَاكُ عَنِ الْمُحْسِنِينَ أَنَّمَّا يَنْهَا مَنْ دُونَ اللَّهِ﴾ ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنایا ہے۔ (آل عمرہ: ٣١)

یہ آیت کریمہ صرف نصاریٰ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر اس فرد و جماعت پر صادق آتی ہے جو نصاریٰ جیسے عمل کا مرکتب ہوتا ہے، لہذا جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری رسول ﷺ کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی شریعت و قانون کو چھوڑ کر عصری و وضعی

قوانين کا سہارا لے گا اور شریعت کو چھوڑ کر خواہشات نفس پر عمل کرے گا تو وہ اسلام و ایمان کا جوا اپنی گردان سے اتار پھینکنے والا ہو گا، اگرچہ اس کو یہ گمان ہو کہ وہ مومن ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے اعمال کی سخت نکیر کی ہے اور ایسے افراد کے ایمان کو باطل قرار دیا ہے، آیت کریمہ میں فقط ”یزعمون“ استعمال ہوا ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ ایسے لوگوں کے ایمان کی نفی کی جا رہی ہے، اس لئے لفظ غلط دعویٰ کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس حقیقت کا اظہار ایک دوسری آیت سے ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقُلْ أُمْرُوا أَنْ يَكُفُرُوا بِإِيمَانِهِ﴾ حالانکہ انہیں حکم دیا گیا کہ وہ اس کا انکار کریں۔ (النساء: ٢٠)

انکار طاغوت توحید کا رکن ہے:

اس لئے کہ طاغوت کو جھلانا، اس کا انکار کرنا توحید کا باقاعدہ ایک رکن ہے۔ آیت کریمہ ہے: **﴿فَمَنْ يَكُفُرُ بِالظَّاغُوتِ وَيُؤْمِنُ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَبَسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى﴾** اس لئے جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبدوں کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کر کے کو تھام لیا۔ (البقرة: ٢٥٢)

اگر مومن بندے کے اندر یہ رکن توحید نہیں تو پھر وہ موحد نہیں ’توحید ہی ایمان کی بنیاد ہے، جس کے وجود سے سارے اعمال درست ہوتے ہیں اور جس کی عدم موجودگی سے سارے اعمال خراب اور فاسد ہو جاتے ہیں۔

وہ اس لئے کہ طاغوت کے پاس فیصلہ لے جانا، یا اس کا حکم ماننا دراصل اس پر ایمان لانا ہے، شریعت الہی کے علاوہ کسی دوسرے قانون کے مطابق فیصلہ کروانے سے جب ایمان کی نفی ہو جاتی ہے تو اس سے یہ بات بخوبی سمجھ لینی چاہئے کہ شریعت الہی کو حکم بنانا، اس کے فیصلہ کو ماننا یہ

ایمان، عقیدہ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے، اس پر عمل کرنا ہر مسلم پر ضروری ہے، اسی طرح یہ بات بھی سمجھ لینی چاہئے کہ شریعت کے حکم کو صرف اس لئے مانتا کہ یہ لوگوں کے فائدے میں ہے یا اس میں کوئی مصلحت یا امن و سلامتی کی ضمانت ہے، سرا سر غلط ہے، آج بعض لوگ شریعت کی بات صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ دیگر تمام نظام ہائے زندگی سے عاجز آچکے ہیں، جب کہ شریعت کے نفاذ کا مقصد اصلی عبادت ہے اور یہ لوگ اس کے اس پہلو کو بھول جاتے ہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ نے خود ایسے لوگوں کو برا کہا ہے جو اپنی ذاتی مصلحت یا فائدہ کے لئے شریعت کی پناہ لیتے ہیں اور اس کی عبادت و قربت کے پہلو کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا دُعَوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مُّنْهَمْ مُعْرِضُونَ﴾ (۳۸) وَإِنْ يَكُنْ لَّهُمْ الْحُقْقُ يَا تُؤْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ (۳۹) جب یہ اس بات کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے جھگڑے پکادے تو بھی ان کی ایک جماعت منہ موڑ نے والی بن جاتی ہے۔ اور اگر (معاملہ) حق ہوا اور (الور: ۳۸-۳۹)

اس طرح کے لوگ انہیں چیزوں کا اہتمام کرتے ہیں جنہیں وہ چاہتے ہیں، خواہشات نفسانی کی پیروی ہی ان کا مذہب ہے اور جوان کی خواہشات کے خلاف ہوتا ہے ان سے اعراض کرتے ہیں، اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے اور نہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کے پاس اپنا فیصلہ اور مسئلہ لے جاتے ہیں۔

خود ساختہ قوانین کے مطابق فیصلہ دینے والے حج کا حکم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ لَّهُ يَحْكُمْ إِمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ اور جو اللہ کے نازل

فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔ (المائدۃ: ۲۳)

اس آیت کریمہ میں صاف طور پر واضح کردیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ کسی دوسرے نظام یا قانون کے حکم کو ماننا سر اسر کفر ہے اور یہ کفر کبھی تو کفر اکبر تک جا پہنچتا ہے جس سے انسان دائرہ ملت اسلامیہ ہی سے نکل جاتا ہے اور کبھی یہ کفر اصغر ہوتا ہے اس سے انسان دائرہ ملت سے نہیں نکلتا، اور اس کا فیصلہ کہ اس نے کفر اکبر کا ارتکاب کیا ہے یا کفر اصغر کا؟ اس کی حالت دیکھ کر کیا جائے گا، اگر اس شخص کا اعتقاد ہو کہ شریعت کا حکم ماننا واجب نہیں بلکہ اس میں اس کو اختیار حاصل ہے کہ جس کا چاہے حکم مانے یا پھر وہ اللہ تعالیٰ کے حکم و شریعت کی توہین کرتا ہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ دوسرے قوانین اور نظام ہائے زندگی اسلامی شریعت سے بہتر ہیں اور شریعت اسلامی موجودہ دور کے لئے موزوں نہیں ہے یا پھر کفار و منافقین کی رضامندی اور خوشنودی کے لئے انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین و نظام کے دامن میں پناہ لیتا ہے تو یہ کفر اکبر ہے، لیکن اگر اس کا اعتقاد ہو کہ اللہ کی شریعت کو نافذ کرنا فرض ہے اور اس سلسلہ میں اس کو پورا علم بھی ہے، اس کے باوجود اسے وہ نافذ نہیں کرتا لیکن اس کی پاداش میں اپنے آپ کو مستحق سزا بھی سمجھتا ہے تو ایسا شخص گہگار اور کافر ہوگا لیکن اس کا کفر کفر اصغر ہوگا۔

ناواقف مگر مجتهد شخص کا حکم:

لیکن اگر ایک شخص شریعت سے ناواقف ہے اور اسے معلوم کرنے کے لئے امکان بھر

محنت و کوشش کرتا ہے پھر وہ غلط فیصلہ دے دیتا ہے تو ایسے شخص کو خاطی یا خطا کار کہا جائے گا، اس کی محنت و کوشش اور اجتہاد کا حسن نیت کی وجہ سے ایک اجر ملے گا اور اس کی غلطی کو معاف کر دیا جائے گا، ایسا کسی خاص مسئلہ ہی میں ہو گا لیکن عام مسائل و معاملات میں مسئلہ اس کے برعکس ہو گا، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاوی میں فرماتے ہیں:

”اس میں کوئی شک نہیں کہ جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ شریعت کے مطابق فیصلہ اور اس کی پیروی واجب نہیں وہ کافر ہے لہذا اگر کوئی شخص لوگوں کے معاملہ میں شریعت سے ہٹ کر ایسے قانون کے مطابق فیصلہ دیتا ہے جسے وہ عادلانہ قانون سمجھتا ہے تو وہ بھی کافر ہے، اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ہر مذہب و ملت عموماً منصفانہ فیصلہ کا حکم دیتے ہیں، کبھی یہ عدل و انصاف کسی دین میں موجود ہوتا ہے اور اس دین کے اکابر اسی کا حکم دیتے ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسلام کی طرف منسوب مسلمان اپنے عادت کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں یعنی اپنے آباء و اجداد کے فیصلوں کو دیکھ کر ویسا ہی فیصلہ کر دیتے ہیں، اس طرح کے امراء سلطنت کا عام اعتماد ہوتا ہے کہ عوام کے جذبات کا خیال رکھ کر ہی فیصلہ کرنا چاہئے تاکہ لوگ اس سے متفرنہ ہوئے بھی سراسر کفر ہے، آج بہت سے لوگ اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں لیکن کتاب و سنت کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے بلکہ فیصلہ کے وقت لوگوں کے یا اپنے آباء و اجداد کی روشن کو دیکھتے ہیں، انہیں اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کے مطابق فیصلہ کرنا واجب ہے، لیکن پھر بھی وہ شریعت کے خلاف فیصلہ کو اپنے لئے جائز سمجھ لیتے ہیں، ایسے لوگ بھی کافر ہیں۔“

قانون سازی کس کا حق ہے؟

خالق ہی قانون ساز ہے:

ان احکام و قوانین کو وضع کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے جن پر بندوں کی صلاح و فلاح کا دار و مدار ہے، عبادات، معاملات اور زندگی کے تمام شعبے جن کے مطابق چلتے ہیں اور جن کے ذریعہ بندوں کے باہمی لڑائی جھگڑے اور تنازعات کے فیصلے کئے جاتے ہیں ایسے تمام قوانین بنانے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَلَّا لَهُ الْحَكْمُ وَالْأَمْرُ تَبَرَّكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ یاد رکھو اللہ ہی کے لئے خاص

ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا بڑی خوبیوں سے بھرا ہوا اللہ جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔ (الأعراف: ۵۲)

چونکہ ہی جانتا ہے کہ اس کے بندہ کے لئے کیا چیز مفید ہے؟ لہذا اسی کے مطابق وہ ان کے لئے احکام وضع کرتا ہے اور چونکہ وہ سب کارب ہے، اس لئے رب ہونے کے ناتے قانون سازی کا حق بھی اسی کو پہنچتا ہے اور چونکہ تمام بندے اس کے غلام ہیں اس لئے ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری ضروری ہے، اس کے احکامات کی پیروی کا پورا فائدہ انہیں کی طرف لوٹتا ہے۔

اختلاف میں مسلمان کیا کریں؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿فَإِنْ تَنَازَّ عَتَّمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُودُهَا إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾

وَالْيَوْمُ الْآخِرِ ذلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلٍ ﴿١﴾ اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔ (النساء: ٥٩)

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿وَمَا اخْتَلَفُتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ذِلْكُمُ اللَّهُ رَبِّي﴾ اور جس جس چیز میں تمہارا اختلاف ہوا س کافی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف ہے یہی اللہ میرا رب ہے۔ (الشوری: ١٠)

قانون پر راضی غیروں کے!

اللہ تعالیٰ نے اس کی سخت گرفت فرمائی کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کو قانون ساز مانے، ارشاد باری تعالیٰ:

﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكُوا شَرَّ عَوْالَهُمْ مِنَ الَّذِينَ مَا لَمْ يَأْذُنْ بِهِ اللَّهُ﴾ کیا ان لوگوں نے ایسے (اللہ کے) شریک (مقرر کر کھے) ہیں جنہوں نے ایسے احکام دین مقرر کر دیئے جو اللہ کے فرمائے ہوئے نہیں۔ (الشوری: ٢١)

الہذا جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی شریعت کے علاوہ کوئی دوسری شریعت قبول کرتا ہے تو شرک کرتا ہے، عبادات میں سے جو عبادت اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے مشروع نہیں وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”مَنْ أَحَدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ زَدٌ“ اگر کوئی ہمارے اس معاملہ (دین) میں ایسی نئی بات پیدا کرے گا جو اس میں سے نہ ہو وہ مردود ہے۔ (صحیح بخاری: کتاب الصلح، باب اذا اصطلحو على صلح جور فالصلح مردود: ٢٦٩)

ایک روایت کے الفاظ ہیں:

”مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا، فَهُوَ رَدٌّ“ اگر کوئی ایسا عمل کرتا ہے جس پر ہمارا

حکم نہ ہو تو وہ عمل مردود ہے۔ (مسند احمد: ۱۳۲۶، مسند: أبو عوانة: ۱۸۰۳)

اور سیاسی و انتظامی معاملات میں اگر شریعت الہی سے ہٹ کر کام کیا جائے تو وہ طاغوتی

اور جاہلی حکومت ہوگی..... ع

”جدا ہودیں سیاست سے تورہ جاتی ہے چنگیزی“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَفَعَلُكُمُ الْجَاهِلِيَّةَ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُؤْقَنُونَ﴾ کیا یہ لوگ پھر

سے جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں یقین رکھنے والے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلے اور حکم

کرنے والا کوں ہو سکتا ہے۔ (المائدۃ: ۵۰)

حلال حرام متعین کرنا انسان کا منصب نہیں:

اسی طرح حلال و حرام قرار دینے کا حق بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، کسی کے لئے جائز

نہیں کہ اس معاملہ میں وہ اللہ تعالیٰ کا شریک ہو ارشاد الہی ہے:

﴿وَلَا تَأْكُلُوا هَمَّا لَمْ يُذْكَرْ أَسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ وَإِنَّ الشَّيْطَانَ

لَيُؤْخُذُنَ إِلَى أَوْلِيَّهُمْ لِيُجَادِلُوْهُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ﴾ اور ایسے

جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور یہ کام نافرمانی کا ہے اور یقیناً شیاطین

اپنے دوستوں کے دل میں ڈالتے ہیں تاکہ یہ تم سے جدال کریں اور اگر تم ان لوگوں کی اطاعت

کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ گے۔ (آل عمران: ۱۲۱)

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے شیاطین اور ان کے حواریوں کی اطاعت کو حللت و حرمت

کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کھلاشک قرار دیا ہے، اسی طرح حلت و حرمت کے معاملہ میں علماء اور امراء کی اطاعت و پیروی بھی اللہ تعالیٰ کے سواد و سروں کو رب اور حاجت رو ابانے کے متراوف ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا أَخْبَارُهُمْ وَرُهْبَانُهُمْ أَرْبَابُ أَمْمٍ مِّنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَمَا أَمْرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشَرِّكُونَ﴾
ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنایا ہے اور مریم کے بیٹے مسیح کو حالانکہ انہیں صرف ایک اکیلے اللہ ہی کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ پاک ہے ان کے شریک مقرر کرنے سے۔ (التوبۃ: ۳۱)

سیدنا عدنی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی گزارش:

بخاری شریف میں آیا ہے کہ اس آیت کریمہ کو آپ ﷺ نے حضرت عدنی بن حاتم الطائی کے سامنے پڑھا تو عدنی بن حاتم الطائی نے عرض کیا:

”اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم ان کی عبادت تو نہیں کرتے تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا وہ جن حرام چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں ان کو حلال اور جن حلال چیزوں کو وہ حرام قرار دیتے ہیں ان کو تم حرام نہیں سمجھتے؟ عدنی نے عرض کیا جی ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا یہی ان کی عبادت و پرستش ہے۔“

اس سے پتہ چلتا ہے کہ احکام الٰہی کو چھوڑ کر حلت و حرمت کے معاملہ میں ان کی اطاعت اور پیروی کرنا دراصل ان کی عبادت کرنا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کھلاشک ہے، یہ شرک اکبر ہے جو توحید کے سراسر خلاف ہے، اس لئے کہ توحید کے معنی ہیں لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنا اور اس اقرار کا

مطلب یہ ہے کہ چیزوں کو حلال و حرام قرار دینے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، جب حقیقت یہ ہے تو پھر جو شخص حلال و حرام کے معاملہ میں اپنے علماء و مشائخ کی پیروی کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کی مخالفت کرتا ہے، اگرچہ علماء کرام دین کی سمجھ بوجھ میں بہت درک رکھتے ہیں اور اجتہاد میں ان سے کوئی غلطی ہو جائے اور حق تک ان کی رسائی نہ ہو سکے پھر بھی ان کو ایک اجر ملے گا، ان سب کے باوجود ان کی اطاعت و پیروی جائز نہیں تو پھر ان خود ساختہ قوانین کی پیروی کیسے جائز ہوگی جو کفار و ملحدین کے وضع کردہ ہیں، جو باہر سے منگائے گئے ہیں اور عالم اسلام اور وہاں کے مسلم عوام پر زبردستی تھوپے گئے ہیں۔

لاحول ولا قوة الا بالله

اس طرح تو اللہ تعالیٰ کے بجائے کفار و ملحدین کو اربابِ من دون اللہ (اللہ کے سوا غیر کو رب) بنایا جاتا ہے، جو ان کے لئے احکام و قوانین وضع کرتے ہیں، حرام چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور بندوں پر حکومت کرتے ہیں۔

فصل هشتم

ملدانہ تحریکیوں

ملدانہ تحریکیوں اور جاہلی جماعتوں کی طرف انتساب کا حکم:

(۲) ملدانہ تحریکیوں جیسے کیونزم، سیکولرزم، سرمایہ داری وغیرہ، جو سراسر کفر والحاد پر بنی ہے ان کی طرف انتساب مذہب اسلام سے ارتدا ہے، ان تحریکیوں کی طرف انتساب کرنے والا شخص اگر اسلام کا دعویٰ کرتا ہے تو یہ نفاق اکبر ہے، اس لئے کہ منافقین بھی ظاہری طور پر اپنا انتساب اسلام کی طرف کرتے تھے لیکن اندر وہی طور پر وہ کافروں کے ساتھ ہوتے تھے، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا أَمْنَأُوا إِذَا خَلَوْا إِلَى شَيْطَانٍ هُمْ قَالُوا إِنَّا مَعْكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ﴾ اور جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم بھی ایمان والے ہیں جب اپنے بڑوں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف ان سے مذاق کرتے ہیں۔ (آل عمرہ: ۱۲)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللَّهِ قَالُوا أَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ وَإِنْ كَانَ لِلْكُفَّارِ يُنْصِيبُ قَالُوا أَلَمْ نَسْتَحْوِدْ عَلَيْكُمْ وَمَنْتَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ پھر اگر تمہیں اللہ فتح دے تو یہ کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھی نہیں اور اگر کافروں کو تھوڑا غلبہ مل جائے تو (ان سے) کہتے ہیں کہ ہم تم پر غالب نہ آنے لگے تھے اور کیا ہم نے تمہیں مسلمانوں کے ہاتھوں سے نہ بچایا تھا۔ (النساء: ۱۲۱)

منافق کے دورخ ہیں:

اس طرح کے دھوکہ باز منافقوں کے دورخ ہوتے ہیں، ایک رخ سے وہ مونوں سے ملتے ہیں اور دوسرا رخ سے اپنے ملحد بھائیوں کی طرف پلٹ جاتے ہیں، ان کی دوزبانیں ہوتی ہیں، ایک کے ذریعے مسلمانوں سے شناسائی پیدا کرتے ہیں اور دوسرا کے ذریعہ پوشیدہ راز کی ترجیحانی کرتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ أَمْنَوْا قَالُوا إِنَّا أَمْنَأْنَا وَإِذَا خَلَوْا إِلَيْهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ﴾ اور جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم بھی ایمان والے ہیں جب اپنے بڑوں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف ان سے مذاق کرتے ہیں۔۔۔ (البقرة: ١٢)

یہ کتاب و سنت سے ہمیشہ گریز کرتے ہیں، کتاب و سنت والوں کا مذاق اڑاتے ہیں، ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، کتاب و سنت کے احکام کی پیروی سے انہیں چڑھتے ہیں، شریعت سے ان کو ازالی ڈھنپتی ہے، یا اپنی دنیاوی علوم و فنون اور نظام ہائے زندگی سے بہت خوش ہیں، جب ان وضعی قوانین سے کسی کو کوئی فائدہ اب تک نہیں پہنچا، اس گندے پانی میں جو جتنا اتر اتنا ہی وہ تکبر و غرور میں مبتلا ہوا ہے، لہذا انہیں تم ہمیشہ صریح طور پر کتاب و سنت کا مذاق اڑاتے ہوئے پاؤ گے:

﴿اللَّهُ يَسْتَهِزُ بِهِمْ وَيَمْدُدُهُمْ فِي طُغْيَايَهِمْ يَعْمَهُونَ﴾ اللہ تعالیٰ بھی ان سے مذاق کرتا ہے اور انہیں ان کی سرکشی اور بہکاوے میں اور بڑھادیتا ہے۔ (البقرة: ١٥)

جب کہ اللہ تعالیٰ نے صراحت سے مونوں کی طرف انتساب کا حکم دیا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُوْنُوا مَعَ الصَّدِيقِينَ﴾ اے اہل ایمان! اللہ

سے ڈرتے رہو اور راست بازوں کے ساتھ رہو۔ (التوبۃ: ۱۱۹)

ملحدانہ تحریکیوں کا حال:

ملحدانہ تحریکیں آپس میں دست بگر یہاں ہیں، اس لئے کہ ان کی بنیاد باطل اور فتنہ و فساد پر ہے، جیسے کمیونزم، اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کرتا ہے اور تمام آسمانی مذاہب و ادیان کو دنیا سے مٹانا چاہتا ہے، جو شخص اپنی دانست میں بلا عقیدہ جینا چاہتا ہے اور تمام بدیہی و عقلی علامات کا انکار کرتا ہے دراصل وہ اپنی عقل کا دشمن ہے، اور اس سے کام لینا نہیں چاہتا، اسی طرح سیکولرزم بھی تمام مذاہب و ادیان کا انکار کرتا ہے اور مادیت پر اپنی بنیاد رکھتا ہے، جب کہ مادیت ایک ایسا مذہب ہے کہ حیوانی زندگی کے سوا جس کی کوئی غرض و غایبت نہیں اور سرماہیدار انسان نظام کا تو کہنا ہی کیا؟ اس کا سارا فلسفہ صرف مال جمع کرنے پر قائم ہے، چاہے وہ کسی بھی طرح سے آئے، اس میں حلال و حرام کی کوئی تمیز نہیں، فقراء و مسَاکین اور کمزوروں پر یہاں کوئی حرم و رافت اور شفقت نہیں پھر اس کی معیشت و اقتصاد کا سارا دار و مدار سود کی لعنت پر ہے جب کہ سود کھانا اللہ اور کے رسول کے خلاف جنگ کرنا ہے، جس سے فرد و جماعت اور حکومت و ریاست سب کے سب تباہی و بر بادی سے دوچار ہو جاتے ہیں، جو غریب قوموں کے خون چو سنے کا بہترین ذریعہ ہے، ان سب کے باوجود بھلا کون ایمان والا اور عقل والا ان تباہ کن اور باطل نظاموں اور فاسد تحریکیوں کی طرف اپنا انتساب پسند کرے گا؟ اور عقل و ذہن سے بچ کر اور زندگی کو ستر بے مہار سمجھ کر ان تحریکیوں کا ساتھ دے گا اور ان کے لئے لڑے گا؟ آج جب کہ ہمارے عالم اسلام کے اکثر لوگوں کی زندگی

میں صحیح دین داری و دینی ذہن کا فقدان ہے، لہذا ان پر ان فاسد تحریکوں کا حملہ آور ہونا کوئی بعید نہیں، صحیح دین نہ ہونے کی وجہ ہی سے آج امت مسلمہ ذات و بر بادی کے مراحل سے گزر رہی ہے اور دیگر قوموں کی دم چھلہ بن کر رہ گئی ہے۔

مخدانہ تحریکوں کی طرف انتساب کا حکم:

جاہلی قومی اور نسلی جماعتوں اور پارٹیوں کی طرف انتساب بھی کفر و ارتداد ہے، اور مذہب اسلام کے خلاف بغاوت ہے، اس لئے کہ مذہب اسلام تمام نسلی و جاہلی نعروں کا شدت سے انکار کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَرَّةٍ وَّأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَائِيلَ لِتَعَاوَرُفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقِيَكُمْ﴾ اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مردو عورت سے پیدا کیا ہے اور اس لئے کہ تم آپس میں ایک دوسرا کو پہچانو کرنے قبیلے بنا دیئے ہیں، اللہ کے نزدیک تم سب میں باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈر نے والا ہے۔ (الحجرات: ١٣)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

”لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلَى عَصَبِيَّةٍ، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ، وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ“ وہ ہم میں سے نہیں جو عصیت کی طرف بلائے وہ ہم میں سے نہیں جو عصیت کے لئے لڑائی کرے وہ ہم میں سے نہیں جو عصیت پر فوت ہوا ہے۔ (سنن أبي داؤد: کتاب الأدب، باب فی العصبية: ٥١٢١، یہ روایت ضعیف ہے، غایۃ المرام: ٣٠٣، ضعیف أبو داؤد: ٥١٢١)

نیز فرمایا ”إِنَّ اللَّهَ أَذَّهَبَ عَنْكُمْ عِبْيَةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَفَتَرَهَا بِالْأَبَاءِ، إِنَّمَا هُوَ مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ وَفَاجِرٌ شَقِيقٌ، النَّاسُ كُلُّهُمْ بَنُو آدَمَ وَآدَمُ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ“ اللہ تعالیٰ نے

دور جاہلیت کے عصیت کو ختم کر دیا ہے اور آباء و اجداد پر فخر کو مٹا دیا ہے، اب یا تو وہ متقی مومن ہو گا یا بد بخت فاجر تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں۔ (جامع الترمذی:
كتاب المناقب، باب فی فضل الشام والیمن: ٣٩٥٥)

در اصل یہ جماعتیں اور پارٹیاں مسلمانوں کے اندر تفرقہ ڈالتی ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں نیکی اور تقویٰ پر اتحاد و اتفاق کا حکم دیا ہے اور افتراق و انتشار سے منع فرمایا ہے۔

اسلام اتحاد کا داعی ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَإِذْ كُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَالْفَارَقُ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا﴾ اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب ملکر مضبوط تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔ (آل عمران: ۱۰۳)

اللہ تعالیٰ ہم سے یہ چاہتے ہیں کہ ہم ایک جماعت ہو جائیں، جو اللہ تعالیٰ کی کامیاب و کامران جماعت ہو، لیکن آج عالم اسلام خاص طور پر یورپ کی سیاسی و ثقافتی یلغار کے بعد مختلف جاہلی، نسلی اور وطنی عصیتوں کی لعنت میں مبتلا ہو گیا ہے اور ان لعنتوں کو ایک علمی مسئلہ، طے شدہ حقیقت اور ناگزیر صورت حال سمجھ کر تسلیم کر لیا گیا ہے، جہاں کے مسلم باشندے مغربی انکار کے اثرات سے متاثر ہو کر ان جاہلی عصیتوں کی طرف تیزی سے بھاگنے لگے ہیں جن کو اسلام نے مٹا دیا تھا اور ان کے نام لینے والوں، زندہ کرنے والوں اور ان پر فخر کرنے والوں پر لعنت پھیجنی ہے اور سخت الفاظ میں ان کی مذمت کی ہے۔

اسلام سے پہلے والے عصیتی دور کو اسلام نے جاہلی دور کہا ہے اور اب بھی وہ اسی نام سے یاد کرتا ہے اور اس تاریک ترین دور سے نکالنے کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان گردانا ہے اور اس عظیم احسان و نعمت کا شکر ادا کرنے پر ان کو ابھارا ہے۔

من مانی کا نقصان:

آج مسلمانوں پر ضروری ہے کہ جب بھی جاہلی دور کا تذکرہ کریں تو ناپسندیدگی و کراہیت کے ساتھ اس کا تذکرہ کریں اور پسندیدگی سے اس کو نادیکھیں، کیا جیل میں سخت ترین سزا کاٹنے والے کے روئے اس وقت کھڑے نہیں ہو جاتے جب اس کے سامنے جیل کا نام لیا جاتا ہے؟ اور کیا سخت ترین بیماری سے نجات پانے والا شخص اپنی بیماری کا تذکرہ کرتے ہی منہ نہیں بگاڑ لیتا؟ لہذا ہر ایک کے ذہن میں یہ بات ہونی چاہئے اور ہر مسلمان کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ مسلمانوں میں یہ گروہ بندیاں دراصل اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے جنہیں اس نے اپنی شریعت و مذہب سے اعراض کرنے والوں اور اپنے دین سے بدلگان ہونے والے بندوں پر مسلط کر دیا ہے۔ فرمان الہی ہے:

﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِ كُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ﴾ آپ کہیے کہ اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے لئے بھیج دے یا تو تمہارے پاؤں تلنے سے یا کہ تم کو گروہ گروہ کر کے سب کو بھڑادے اور تمہارے ایک کو دوسرا کی لڑائی چکھا دے۔

(الأنعام: ٦٥)

اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”وَمَا لَمْ تَحْكُمْ أَعْمَلَهُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ وَيَتَخَيَّرُوا هُمْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ

بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ“ اور جب ان کے حکمران اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فصلہ نہیں کرتے، اور اللہ نے جونازل کیا ہے اس کو اختیار نہیں کرتے، تو اللہ تعالیٰ ان میں پھوٹ اور اختلاف ڈال دیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: کتاب الفتن، باب العقوبات: ۳۰۱۹)

جماعتوں اور پارٹیوں کے تعصباً سے حق دب جاتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت سامنے سے ہٹ جاتی ہے جیسا کہ یہودیوں کے ہاں پیش آیا، انہیں یہودیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَمْنُوا بِمَا آتَنَا اللَّهُ قَالُوا نُؤْمِنُ بِمَا آتَنَا لَعَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَهُ وَهُوَ الْحُقْقُ مُصَدِّقاً لِمَا مَعَهُمْ﴾ اور جب کہا جاتا ہے ان سے مانواں کو جو اللہ نے بھیجا ہے تو کہتے ہیں ہم مانتے ہیں جو اتراء ہے ہم پر اور نہیں مانتے اس کو جو سوا اکے ہے حالانکہ وہ کتاب سچی ہے جو صدق ایق کرتی ہے اس کتاب کی جوانگی پاس ہے۔ (آل عمرہ: ۹۱) اہل جاہلیت کا بھی یہی حال تھا کہ حق کو چھوڑ کر یا اپنے آباء و اجداد کی روشن پر پڑے ہوئے تھے اور ان کے نقش قدم سے سرمو انحراف کے لئے تیار نہیں تھے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اتَّبِعُوا مَا آتَنَا اللَّهُ قَالُوا إِلَّا تَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ أَبَاءَنَا﴾ اور ان سے جب کبھی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کی تابعداری کرو تو جواب دیتے ہیں ہم اس طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا۔ (آل عمرہ: ۱۷۰)

آج کے جماعتی لوگ چاہتے ہیں کہ اپنی اپنی جماعت اور پارٹی کو اس اسلام کی جگہ پر لا کھڑا کریں جو تمام انسانیت پر اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔

زندگی کے متعلق دنیاوی نظریہ

آج زندگی سے متعلق دو طرح کے نظریے راجح ہیں، ایک مادی نظریہ دوسرا اسلامی نظریہ، ان دونوں نظریوں کے آثار آج لوگوں کی زندگی میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

مادی نقطہ نگاہ اور اس کی حقیقت:

مادی نقطہ نگاہ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان صرف اپنی دنیاوی وفوری لذتوں کے حصول کے پیچھے پڑا رہے اور اس کی ساری تگ و دو، حرکات و نشاط اسی ایک چیز پر مرکوز ہو کر رہ جائے، اس سے آگے وہ کچھ سوچتا نہ ہو کہ خواہشات نفس اور لذت پرستی کے پیچھے اس طرح سے دوڑنے کا انجام کیا ہو سکتا ہے؟ اور اس کی بھی پروانہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو صرف آخرت کی کھینچ اور عمل کا گھر بنایا ہے اور آخرت کو جزا اوسرا کا گھر بنایا ہے، لہذا جو شخص بھی دنیاوی زندگی کو غنیمت جان کر اس میں نیک عمل کرتا ہے، وہ دنیا و آخرت دونوں جہاں کے فائدہ سے لطف اٹھاتا ہے اور جو اپنی دنیاوی زندگی کو ضائع کر دیتا ہے وہ اپنے آخرت کو بھی کھو دیتا ہے، ارشادِ بانی ہے:

﴿خَيْرُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ذَلِكَ هُوَ الْحُسْنَانِ الْمُبِينُ﴾ انہوں نے دونوں جہاں کا نقصان اٹھایا واقع یہ کھلانقصان ہے۔ (الحج: ١١)

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو یوں ہی نہیں بنایا ہے بلکہ ایک عظیم حکمت و مصلحت کے واسطے پیدا فرمایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُو كُمْ أَيْكُمْ أَحَسَنُ عَمَلاً﴾ جس نے موت اور حیات کو اس لئے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں اچھے کام کون کرتا ہے؟ (الملک: ۲)

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِيَّةً لَهَا لِنَبْلُو هُمْ أَيْمَمُ الْأَحْسَنِ عَمَلًا﴾ روئے ز میں پر جو کچھ ہے ہم نے اسے زمین کی رونق کا باعث بنایا ہے کہ ہم انھیں آزمائیں کہ ان میں سے کون نیک اعمال والا ہے؟۔ (الکھف: ۷)

دنیاوی نعمتیں امتحان ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس زندگی میں اموال و اولاد جاہ و منزلت، اقتدار و منصب اور دیگر لذاند میں سے ایسی ایسی عارضی خوش گوار نعمتیں اور ظاہری زیب و زینت کے سامان پیدا فرمائے ہیں جن کا علم صرف اللہ ہی کو ہے، لہذا لوگوں میں کچھ کی نگاہ صرف ان نعمتوں اور زینتوں کی ظاہری شکل و صورت پر رہتی ہے اور وہ زیادہ سے زیادہ ان سے لطف اندوڑ ہونے میں لگے رہتے ہیں اور ان کی پوشیدہ حکمتوں کے بارے میں نہیں سوچتے اور نہ ان کے غلط استعمال کے انجام کی پروا کرتے ہیں بلکہ وہ اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر آخرت کا سرے سے انکار ہی کر دیتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقَالُوا إِنْ هَيِّإِلَّا حَيَا تُنَا الدُّنْيَا وَمَا تَحْنُّ بِمَبْعُوثَيْنِ﴾ اور وہ کہتے ہیں کہ ہماری جو دنیا کی زندگی ہے بس بھی (زندگی) ہے اور ہم (مرنے کے بعد) پھر زندہ نہیں کئے جائیں گے۔ (الأنعام: ۲۹)

ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سخت و عیید سنائی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَأَطْمَأَنُوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اِيمَانِنَا غَافِلُونَ﴾، أولیک ماؤہمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكُسِبُونَ جن لوگوں کو

ہمارے پاس آنے کا یقین نہیں ہے اور وہ دنیاوی زندگی پر راضی ہو گئے اور اس میں جی گا بیٹھے ہیں اور جو لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔ ایسے لوگوں کا ٹھکانا ان کے اعمال کی وجہ سے دوزخ ہے۔ (بیونس: ۷-۸)

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوفِ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ﴾ (۱۵) اولیاًک الذین لیس لہم فی الآخرۃِ إلَّا النَّارُ وَحَبَطَ مَا صَنَعُوا فِیہَا وَبَطَلُ مَا کَانُوا يَعْمَلُونَ (۱۶)﴾ جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی زینت پر فریفته ہوا چاہتا ہو، تم ایسوں کو ان کے کل اعمال (کابلہ) یہیں بھر پور پہنچا دیتے ہیں اور یہاں انھیں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں (آخرت جہنم) کے سوا اور کچھ نہیں اور جو عمل انہوں نے دنیا میں کئے سب بر باد ہوئے اور جو کچھ وہ کرتے رہے سب ضائع ہوا۔ (ہود: ۱۵-۱۶)

انسان حیوان نہیں کہ اس کا حساب نہ ہو:

اس عجید و فٹکار میں اس نظریہ کے جملہ حاملین شامل ہیں، چاہے وہ لوگ ہوں جو صرف حصول دنیا کے لئے اخروی اعمال کرتے ہیں جیسے منافقین اور ریا کاریا اہل کفر والحاد جو سرے سے آخرت اور اس کے حساب و کتاب پر ایمان ہی نہیں رکھتے جیسے زمانہ جاہلیت پر عام لوگوں کا حال تھا یا پھر آج کل کے باطل و فاسد نظام ہائے زندگی، جیسے سرمایہ داری، کمیونزم، سیکولرزم، الحاد وغیرہ، زندگی کے سلسلہ میں ان کی نگاہ مادیت سے آگے نہیں بڑھتی، وہ ہر چیز کو حیوانات و بہائم کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ایسا کیوں نہ ہو جب کہ یہ بہائم سے بھی زیادہ گمراہ ہیں، اس لئے کہ انہوں نے عقل و آگہی سے کام لینا چھوڑ دیا ہے اور اپنی پوری طاقت کو مادیت کے حصول ہی کے لئے وقف کر رکھا

ہے، اپنا سارا وقت الیسی چیزوں کے حصول کے لئے ضائع کرتے ہیں جو پانکدار نہیں اور اپنے اس انجام کے لئے کچھ نہیں کرتے جو ان کا انتظار کر رہا ہے اور جس سے کسی حال میں ان کو چھڑ کار نہیں، حیوانات سے اس لئے بدتر ہیں کہ حیوانات کا کوئی ایسا انجام نہیں جس کا انہیں انتظار ہوا اور نہ ان کے پاس عقل و آگہی ہے برخلاف ان انسانی حیوانات کے۔ ارشادِ بانی ہے:

﴿أُولَئِكَ كَلَّا أَنْعَامَ بَلْ هُمْ أَضَلُّ﴾ یہ لوگ بھی چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ (الفرقان: ٢٣)

دنیا کا عالم مگر دین کا جاہل:

اس طرح کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے گنوار و جاہل اور ان پڑھ لوگوں سے متصرف کیا ہے۔ فرمانِ الہی ہے:

﴿وَلِكُنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾^(۲) یعنی میں اخیویۃ الدُّنْیَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَفِلُونَ^(۴) (لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے، وہ تو (صرف) دنیاوی زندگی کے ظاہر کو (ہی) جانتے ہیں اور آخرت سے بالکل ہی بیخبر ہیں۔ (الروم: ۲۷۔ ۲۸)

اس نظریہ کے حاملین میاں سے بہت سے اگرچہ دنیاوی علوم و فنون کے ماہر ہوتے ہیں لیکن باطنی طور پر حقیقی اعتبار سے جاہل و گنوار ہی ہوتے ہیں، علماء کی صفت میں ان کو داخل کرنا صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ ان کا علم دنیاوی زندگی کی ظاہری چیزیں دمک سے تجاوز نہیں کرتا، اسے علم ناقص ہی کہہ سکتے ہیں، بلکہ علماء کہلانے کے مستحق تو وہ حضرات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہے، اس کی خشیت و خوف ان کے اندر ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا يَنْجِشُّهُ اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾^(۵) اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔ (فاطر: ۲۸)

اللہ تعالیٰ نے قارون اور اس کے خزانوں کے قصہ میں قارون کے مادی نقطہ نگاہ کا یوں

تذکرہ فرمایا ہے:

﴿فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحِجْوَةَ إِلَيْنَا يُلَيِّسْ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ إِنَّهُ لَذُو حَقٍّ عَظِيمٍ﴾ پس (قارون) پوری آرائش کے ساتھ اپنی قوم کے مجمع میں نکلا تو دنیاوی زندگی کے متوا萊 کہنے لگے کاش کہ ہمیں بھی کسی طرح وہ مل جاتا جو قارون کو دیا گیا ہے۔ یہ تو بڑا ہی قسمت کا دھنی ہے۔ (القصص: ٢٩)

اس آیت کریمہ میں بیان ہوا ہے کہ مادی نقطہ نگاہ والوں نے قارون کی طرح بننے کی تمنا کی، اس پر شک کیا اور اس کو بڑا نصیب والا گردانا، آج کافر ریاستوں کا یہی حال ہے، کافر ریاستوں میں جودولت کی ریلیں پیلی ہیں، اقتصادی و صنعتی ترقی ہے اس کو دیکھ کر ہمارے بعض کمزور دل اور کمزور ایمان کے مسلمان بھائی ان کو پسندیدگی و استحسان کی نگاہ سے دیکھنے لگتے ہیں اور ان کے کفر و شرک اور برے انجام کی طرف لچائی ہوئی نگاہ سے دیکھنے لگتے ہیں اور ان کے کفر و شرک اور برے انجام کی طرف نگاہ نہیں دوڑاتے، اس کے نتیجہ میں لوگ کافروں اور ملحدوں کی تعظیم و تکریم کرنے لگتے ہیں اور ان کی بری عادتوں اور برے اخلاق کی نقل کرنے لگتے ہیں، ان کا فیشن اختیار کرنے لگتے ہیں، لیکن ان کی جدوجہد، کوشش و محنت، ایجاد و اختراع اور قوت و طاقت کی تیاری جیسی مفید چیزوں میں ان کی تقلید نہیں کرتے۔

زندگی کے متعلق اسلامی نظریہ

زندگی کے بارے میں دوسرا نظریہ یا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ مال و دولت، جاہ و منصب، مادی قوت و طاقت اور تمام دنیاوی چیزیں اخروی اعمال کے وسائل سمجھے جائیں اور اس کے لئے ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔

دنیافی ذاتہ بری چیزیں، اس کی برائی واچھائی تو بندہ کے عمل سے ثابت ہوتی ہے کہ وہ اس کوں نگاہ سے دیکھتا ہے؟ دراصل دنیا آخرت کا پل ہے، دنیا ہی سے جنت کا تو شہ لیا جاتا ہے، جنت کی بہترین زندگی دنیا میں اچھی بھی ہی سے ملتی ہے، دنیا جدوجہد، جہاد و نماز، قیام و صیام اور خیرات و صدقات کا گھر ہے، اہل جنت سے اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا:

﴿كُلُّوا وَ اشْرَبُوا هَنِيْعًا يَمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَّةِ﴾ جو (عمل) تم ایام

گزشته میں آگے بھیج چکے ہو اس کے صلے میں مزرے سے کھاؤ اور پیو۔ (الحافظة: ۲۳)

فصل دهم

جھاڑ پھونک اور تعویذ گندے

جھاڑ پھونک:

اس میں منتروں غیرہ پڑھ کر مریضوں اور آفات زدگان پر پھونکا جاتا ہے جیسے بخار، مرگی، آسیب وغیرہ اسے منتسب گھنی کہا جاتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں جو حسب ذمیل ہیں۔

جانز اور مشروع دم:

جو شرک سے حالی ہو بایں طور کہ مریض پر قرآن میں سے کچھ پڑھ کر پھونکا جائے یا پھر اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا نام لے کر مریض کے لئے پناہ مانگی جائے، یہ قسم جائز ہے، اس لئے کہ خود آپ ﷺ نے دم کیا ہے اور آپ ﷺ نے اس کی اجازت دی ہے بلکہ اس کا حکم بھی دیا ہے۔

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ کہتے ہیں کہ ہم جاہلیت میں جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے لہذا ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”اعِرِضُوا عَلَى رُقَائِكُمْ، لَا يَأْتِسُ إِلَّرْقَى مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ شُرُكٌ“ اپنے جھاڑ پھونک مجھ پر پیش کرو، اس میں کوئی حرخ نہیں جب تک کہ اس میں شرک نہ ہو۔

(صحیح مسلم: کتاب السلام، باب لا يأتی بالرقة مالم يكن فيه شرك: ۲۰۰، سنن أبي داؤد: ۳۸۸۲)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا:

”جھاڑ پھونک کے جواز پر علماء کا اجماع ہے، لیکن اس کے لئے تین شرطیں ہیں،“ -

اول یہ کہ اس میں کلام الہی یا اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنی یا صفات استعمال کئے گئے

ہوں۔

دوسری یہ کہ وہ عربی زبان میں ہوا اور اس کا مفہوم و معنی واضح ہو۔

اور تیسرا شرط یہ ہے کہ جھاڑ پھونک کرنے اور کرانے والے دونوں کا اعتقاد ہو کہ یہ چیزیں بذات خود موثر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوتی ہے، اس کی کیفیت یہ ہے کہ جو کچھ پڑھنا ہے اسے پہلے پڑھ لیا جائے پھر مریض پر پھونکا جائے یا پانی مریض کو پلا دیا جائے۔

ممنوع اور ناجائز:

جھاڑ پھونک کی دوسری قسم وہ ہے جس میں شرک پایا جائے، اس طرح کے جھاڑ پھونک میں غیر اللہ سے مدد مانگی جاتی ہے، غیر اللہ سے دعا کی جاتی ہے، غیر اللہ کی دہائی دی جاتی ہے، غیر اللہ کو پکارا جاتا ہے، اس سے پناہ مانگی جاتی ہے، جیسے جن، فرشتے، انبیاء یا صالحین کے ناموں کو پڑھ کر پھونکنا۔

اس میں کھلے طور پر غیر اللہ کو پکارا جاتا ہے، جو شرک اکبر ہے، یا پھر وہ عربی کے علاوہ دوسری زبانوں میں ہوتی ہیں، یا اس کے معنی و مفہوم واضح نہیں ہوتے، ایسی صورت میں پورا اندیشہ رہتا ہے کہ اس میں شرکیہ و کفریہ کلمات ہوں اور پڑھنے والے کو اس کا علم نہ ہو لہذا اس طرح کے تمام جھاڑ پھونک ممنوع اور ناجائز ہیں۔



۲۔ تعویذ گندے:

تعویذ گندوں سے مراد وہ تعویذ ہیں جو بچوں کو نذر بد سے بچانے کے لئے ان کے گلے میں لٹکائے جاتے ہیں۔ تعویذ کی دو قسمیں ہیں:

قرآنی تعویذ:

وہ تعویذ جو قرآن سے تیار کئے گئے ہوں یعنی ان میں قرآن کی آیتیں لکھی گئی ہوں، یا ان میں اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات لکھے گئے ہوں اور شفاقت حاصل کرنے کے لئے وہ مریض کے بدن کے کسی حصہ میں باندھے جاتے ہوں یا اس کے گلے میں لٹکائے جاتے ہوں اس طرح کے تعویذ لٹکانے کے سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے اور اس بارے میں ان کی دورائے یاد و اقوال سامنے آئے ہیں۔

قول اول..... ”جا نز ہیں“:

یہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا قول ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کردہ حدیث کا بھی ظاہری معنی اسی پر دلالت کرتا ہے، ابو جعفر الباقر، احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بھی اس کی تائید کی ہے اور اس سے منع والی حدیث کو شرکیہ تعویذ پر محمول کیا ہے۔

قول ثانی..... ”جا نز نہیں“:

دوسرا قول عدم جواز کا ہے یہ ابن مسعود، ابن عباس، حذیفہ، عتبہ بن عامر، ابن علکیم رضی اللہ عنہم وغیرہم کا قول ہے، بعض تابعین کا بھی یہی کہنا ہے، ان میں سے اصحاب ابن مسعود اور ایک روایت کے مطابق احمد بھی شامل ہیں، متاخرین نے پورے جزم کے ساتھ عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو دلیل بنایا ہے، حدیث ہے:

”سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : إِنَّ الرُّقَى، وَالثَّمَائِمَ، وَالثَّوَالِةَ شَرُكٌ“ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جھاڑ پھونک، تعویذ گندے اور جنت منتر میں شرک ہے۔ (سنن أبي داؤد: کتاب الطب، باب فی تعلیق التمام: ۳۸۸۳)

الثَّوَالِة (جادوئی منتر اور جڑی بیوی) یا ایک خاص جادوئی نسمہ ہے، جسے بعض لوگ اس خیال سے بناتے ہیں کہ یہ بیوی کو شوہر کی پیاری اور شوہر کو بیوی کا پیارا بناتا ہے۔
تین وجوہات کی بنا پر دوسرا قول ہی صحیح ہے۔

پہلی وجہ:

کہ اس میں ہر طرح کے تعویذ سے عمومی طور پر روکا گیا ہے اور اس عموم کو خاص کرنے والی کوئی چیز نہیں۔

دوسری وجہ:

اس کے ذریعہ فتنہ و فساد کا راستہ ہی روک دیا جاتا ہے اس لئے کہ اس کے جواز کے بعد لوگ وہ چیزیں استعمال کرنے لگیں گے جو مباح نہیں۔

تیسرا وجہ:

جب قرآنی آیتوں سے تیار کردہ تعویذ لٹکایا جاتا ہے تو لٹکانے والے سے اس کی بے حرمتی ہوہی جاتی ہے مثلاً وہ بیت الخلاء یا استخبا کے وقت اسے اپنے پاس سے الگ نہیں کر پاتا۔

(فتح المجید: ۱۳۶)

دوسری قسم:

اس میں قرآن مجید کے علاوہ دوسری تمام لٹکانے والی چیزیں آجاتی ہیں، جیسے ٹھیکرے

ہڈیاں، سیپ، دھاگے، جوتیاں، کلیں، جن و شیاطین کے نام اور طلام وغیرہ، توعیدوں کی قسم سراسر حرام ہے، اس میں کھلاشک ہے، اس لئے کہ اس طرح کی چیزوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے اسماء و صفات اور قرآنی آیات کے بجائے دیگر چیزوں کے نام لٹکائے جاتے ہیں۔

جب کہ حدیث کے الفاظ ہیں:

”من تعلق شيئاً وكل إلية“ جو کسی چیز کو لٹکاتا ہے اسی چیز کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ (مسند احمد: ٣١٠٦٣۔ حاکم: ٢١٥٦٣۔ شیخ احمد الرحمٰن البنا فرماتے ہیں کہ یہ روایت حسن درج سے کم نہیں۔ الفتح الربانی: ٧١٨٨)

یعنی اللہ تعالیٰ اس کو اسی چیز کے سپرد کر دیتا ہے اور اگر کوئی اللہ تعالیٰ سے لوگائے رہتا ہے، اس کی پناہ چاہتا ہے اور اپنے معاملات بھی اس کے سپرد کر دیتا ہے تو ایسے شخص کے لئے اللہ تعالیٰ خود کافی ہو جاتا ہے، اس کے ہر دور کو قریب کر دیتا ہے اور ہر مشکل کو آسان بنادیتا ہے اور جو اس کے علاوہ دیگر مخلوقات، توعیدوں اور مقابر و مزارات کا سہارا لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں انہیں کے سپرد کر دیتے ہیں جو اسے نفع نہیں پہنچاسکتے ہیں، اس کی وجہ سے اس کا عقیدہ بھی جاتا ہے اور اللہ سے اس کے تعلقات بھی ختم ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں، لہذا ایک مسلمان کو سب سے پہلے اپنے عقیدہ کی حفاظت کرنی چاہئے، اور کوئی ایسا عمل نہیں کرنا چاہئے جس سے اس کا عقیدہ بگلتا ہو یا اس میں انحراف پیدا ہوتا ہو، لہذا انا جائز دوائیں استعمال نہ کریں، نجومیوں، کاہنوں اور شعبدہ بازوں کے پاس ہرگز ہرگز نہ جائیں، اس لئے کہ یہ لوگ آدمی کو اچھا کرنے کے بجائے اس کے دل کو اور بیمار کر دیتے ہیں، اور اس کے عقیدہ کو بگاڑ دیتے ہیں، لیکن جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے وہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔

اس طرح کی توعید بعض حضرات خود اپنے اوپر ڈال لیتے ہیں جب کہ انہیں جسمانی طور

پر کوئی مرض نہیں ہوتا بلکہ یہ خیالی و وہی مریض ہوتے ہیں، جیسے نظر بد، حسد سے خوف وغیرہ کچھ لوگ تو اپنی گاڑی، جانور، گھر کے دروازہ اور دوکان پر تعویذ لٹکاتے ہیں، یہ سب عقیدہ کی کمزوری ہے، اللہ تعالیٰ پر توکل کی کمزوری ہے اور عقیدہ و اعتقاد میں کمزوری پیدا ہو جانا ہی دراصل سب سے بڑی بیماری ہے جس کا فوری علاج از حد ضروری ہے جو توحید کی معرفت اور عقیدہ صحیحہ کے علم ہی سے ہو سکتا ہے۔

فصل یا زدہم

غیر اللہ کی قسم، مخلوق کا وسیلہ اور دہائی کے احکام

غیر اللہ کی قسم کھانا:

قسم کو عربی میں ”حلف“ کہا جاتا ہے، اسے مراد ہے کہ کسی حکم و فیصلہ کرنے کے لئے خصوصی طور پر کسی بڑے عظیم شخص یا چیز کا نام لینا، پونکہ غایت درجہ کی تعظیم کا مستحق صرف اللہ ہے، اس لئے اس کے علاوہ کسی دوسرے کی قسم کھانا یا قسم کے وقت نام لینا جائز نہیں ہے۔

علماء کرام کا اس پر اجماع ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے اسماء و صفات ہی کی قسم کھائی جاسکتی ہے، اسی طرح اس بات پر بھی اجماع ہے کہ غیر اللہ کی قسم کسی بھی حال میں جائز نہیں، اس لئے کہ یہ کھلاشک ہے، اس سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت بہت واضح ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ“، جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے

کفر یا شرک کیا۔ (جامع الترمذی: أبواب النذور والأيمان، باب ما جاء في أن من حلف بغير الله فقد أشرك ۱۵۳۵ - سنن أبي داؤد: ۱۳۲۵. أرواء الغليل: ۲۵۶۱)

شرک اصغر، شرک اکبر بن جاتا ہے:

”یہ شرک اصغر ہے لیکن اگر جس کی قسم کھائی جائے وہ قسم کھانے والے کے نزدیک بہت ہی معزز ہستی ہو، اور اس کے نزدیک اس کی عبادت جائز ہو تو اس کی قسم کھانا شرک اکبر ہے، جیسا کہ آج ہمارے قبر پرستوں کا حال ہے، یہ لوگ صاحب قبر سے جتنا ڈرتے ہیں اتنا اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے، اور اس کی اتنی تعظیم کرتے ہیں کہ جتنا اللہ تعالیٰ کی نہیں کرتے، لہذا ان میں سے کسی

کو اگر کسی ولی کی قسم کھانے کو کہا جائے تو اس کی قسم نہیں کھاتا جب تک وہ اپنی قسم میں سچانہ ہو اور اگر اللہ تعالیٰ قسم کھانے کو کہا جائے تو کھالیتا ہے اگرچہ وہ جھوٹا ہی کیوں نہ ہو، دراصل جس کی قسم کھائی جاتی ہے اس کی بے حد تعظیم و تکریم ہوتی ہے، اس طرح کی تعظیم و تکریم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو زیب دیتی ہے۔

قسموں کی حفاظت کرو:

اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے میں بھی بہت زیادہ احتیاط برتنے کی ضرورت ہے اور ہر جگہ اور ہر موقع پر اس کا استعمال نہیں کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنِ﴾ اور تو کسی ایسے شخص کا بھی کہنا نہ ماننا جو زیادہ قسمیں کھانے والا۔ (القلم: ۱۰)

نیز فرمایا:

﴿وَاحْفَظُوا آيَمَانَكُمْ﴾ اور اپنی قسموں کا خیال رکھو۔ (المائدۃ: ۸۹)

یعنی بوقت ضرورت اور سچائی و نیکی کے معاملہ ہی میں قسم کھاؤ، اس لئے کہ بہت زیادہ قسم کھانا اور جھوٹی قسم کھانا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مذاق کرنے کے متراffد ہے جو کمال توحید کے سراسر خلاف ہے، ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”شَلَّةٌ لَا يُكْلِمُهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُ الْقِيَامَةَ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ“، تین اشخاص سے اللہ تعالیٰ بات نہیں کرے گا اور نہ انہیں پاک و صاف کرے گا اور ان کے لئے درناک عذاب ہوگا۔ (صحیح مسلم: کتاب الأیمان، باب بیان غلط تحريم اسباب الازار والمن بالعطیة: ۲۰ - جامع الترمذی: ۱۲۱ - سنن أبي داؤد: ۷۰۸۷)

اسی حدیث میں آگے یوں آیا ہے:

”ورجل جعل الله بضاعته لا يشتري الا بيمينه لا يبيع إلا بيمينه“ اور
وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کو اپنا سامان فروختی بنالیا، لہذ اور جب کچھ بچتا ہے تو اس کی قسم کھا کر اور
خریدتا ہے تو اس کی قسم کھا کر۔

زیادہ قسم کھانے کی جو عید آتی ہے، اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ زیادہ قسم کھانا حرام
ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی اور اسماء و صفات مقدسہ کی تعظیم و تکریم مخدوش نہ ہو۔
اسی طرح اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم کھانا بھی حرام ہے، اسے یہیں غموس بھی کہا گیا ہے، اللہ
تعالیٰ نے منافقوں کے وصف میں فرمایا ہے کہ یہ لوگ حقیقت حال سے واقف ہونے کے باوجود
جھوٹی قسم کھاتے ہیں۔

خلاصہ کلام

- (۱) غیر اللہ جیسے کعبہ مشرفہ یا نبی کریم ﷺ کی قسم کھانا حرام ہے اور شرک بھی۔
- (۲) جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم کھانا بھی حرام ہے اور اسے یہیں غموس کہتے ہیں۔
- (۳) اللہ تعالیٰ کی بکثرت قسم کھانا حرام ہے چاہے قسم سچی ہی کیوں نہ ہو، اس لئے کہ بلا ضرورت
قسم کھانا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مذاق کرنا ہے۔
- (۴) ضرورت کے وقت سچائی کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی قسم کھانا جائز ہے۔

وسیلہ اور اس کی اقسام

اللہ کے تقرب کے لئے مختلف کا توسل:

توسل کے معنی کسی چیز سے قریب ہونے اور پہنچنے کے ہیں اور وسیلہ قربت کو کہتے

ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ﴾ اس کا قرب تلاش کرو۔ (المائدۃ: ۳۵)

تو وسیلہ کا مطلب ہوا ”اللہ کی خوشنودی حاصل کر کے اس سے قریب ہونا“۔

وسیلہ جو جائز ہے:

مشروع وسیلہ کی بھی چند اقسام ہیں۔

ا۔ اللہ تعالیٰ کی اسماء و صفات کے ذریعہ اس کا تقرب حاصل کرنا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے

ہمیں حکم دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ﴾

سیدیجڑوں مَا کَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کیلئے ہیں سوان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کچھ روی کرتے ہیں ان

لوگوں کو ان کے کئے کی ضرور سزا ملے گی۔ (الأعراف: ۱۸۰)

ب۔ سابقہ ایمان اور ان اعمال صالح کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرنا جنہیں

وسیلہ چاہئے والا بجا لاچکا ہے، اہل ایمان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ خبر دی ہے، وہ کہتے

ہیں:

﴿رَبَّنَا إِنَّا سَمِعْنَا مُنَادِيًّا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ أَمْنُوا إِنَّكُمْ فَأَمْنًا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَكْبَارِ﴾ اے ہمارے رب! ہم نے سن کہ منادی کرنے والا بآواز بلند ایمان کی طرف بلارہا ہے کہ لوگو! اپنے رب پر ایمان لاوپس ہم ایمان لائے یا الہی! اب تو ہمارے گناہ معاف فرم اور ہماری برائیاں ہم سے دور کر دے اور ہماری موت نیکوں کے ساتھ کر۔ (آل عمران: ۱۹۳)

اور جیسا کہ ان تین اشخاص کے متعلق حدیث میں آیا جن پر چٹان کھسک آئی تھی اور ان کے غار کا دروازہ بند ہو گیا تھا، وہ نکل نہیں پا رہے تھے لہذا انہوں نے نیک اعمال کا توسل اختیار کیا جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان سے چٹان کو کھسکا دیا اور وہ اس سے نکل آئے۔
رج- اللہ تعالیٰ کا توسل بذریعہ توحید جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے کیا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَنَادَىٰ فِي الظُّلْمِٰتِ أَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَنَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ بالآخر وہ اندر ہیروں کے اندر سے پکارا گھا کہ الہی تیرے سوا کوئی معبد نہیں تو پاک ہے بیشک میں ظالموں میں ہو گیا۔ (الأنبياء: ۷)

و- اللہ تعالیٰ کا توسل اپنی کمزوری و ناتوانی، ضرورت و فقر کے اختیار کے ذریعہ حاصل کرنا جیسا کہ ایوب علیہ السلام نے کہا تھا۔ آیت کریمہ ہے:

﴿أَيُّ مَسَنِي الصُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ﴾ مجھے یہ بیماری لگ گئی ہے اور تورم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ (الأنبياء: ۸۳)

ہ- اللہ تعالیٰ کا توسل و تقرب زندہ بزرگوں اور صاحبوں کی دعاؤں کے ذریعہ بھی حاصل کیا سکتا ہے جیسا کہ صحابہ کرام کیا کرتے تھے کہ جب خشک سالی آتی تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عم

مکرم عباس رضی اللہ عنہ سے دعا کی درخواست کرتے تھے اور آپ ان کے لئے دعا کرتے تھے۔
 (صحیح بخاری)

وَاللَّهُ تَعَالَى كَاتَوْسِلَ اپنے گناہوں کے اعتراض کے ذریعہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قَالَ رَبِّ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي﴾ پھر دعا کرنے لگا کہ اے پروردگار!

میں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا، تو مجھے معاف فرمادے (القصص: ١٦)

ناجائز اور غیر مشروع وسیلے:

بیان کردہ مذکورہ بالاجائز توسل کے علاوہ جو بھی طریقہ وسیلہ کے لئے اختیار کیا جائے وہ ناجائز ہے، جیسے مردوں سے دعا اور سفارش اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبہ عالیہ کے ذریعہ توسل وغیرہ ناجائز توسل کی بھی متعدد قسمیں ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

مردوں سے مانگنا:

اس لئے کہ مردہ دعا پر قدرت نہیں رکھتا ہے جیسا کہ وہ زندگی میں رکھتا تھا، لہذا مردوں سے سفارش طلب کرنا بھی جائز نہیں ہے، اس لئے کہ عمر بن الخطاب معاویہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خشک سالی کے موقعوں پر استسقاء کے لئے سفارش اور وسیلہ کے لئے انہیں حضرات کے پاس گئے جو اس وقت زندہ تھے جیسے عباس رضی اللہ عنہ، یزید بن الاسود وغیرہما، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روپہ اطہر کے پاس یار و رضہ اطہر کے باہر استسقاء کی درخواست نہیں کی بلکہ دوسرا زندہ ہستی کی خدمت میں گئے جیسے عباس رضی اللہ عنہ، یزید رضی اللہ عنہ، وغیرہما ایسے ہی ایک موقع پر عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دعا کی تھی۔

اے اللہ! ہم پہلے اپنے نبی کے ذریعہ تیری قربت چاہتے تھے تو ہمیں بلا تھا، اب ہم

اپنے نبی کے چھا کے توسل سے اس کی درخواست کرتے ہیں لہذا ہمیں پلا۔
 یہاں عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر عباس رضی اللہ عنہ کا توسل اختیار کیا، اس لئے
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل جائز نہیں تھا۔
 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسا بھی کر سکتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کے پاس آتے
 اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے جو طلب کرنا ہوتا کرتے لیکن چونکہ یہ جائز نہیں تھا،
 اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسا نہیں کیا۔
 لہذا جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسا نہیں کیا تو اس سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ
 مردوں کا توسل اختیار کرنا صحیح نہیں ہے، نہ ان کی دعا کے ذریعہ نہ ان کی سفارش کے ذریعہ ہی۔
 اگر توسل و سفارش اور دعا کے معاملہ میں مردہ اور زند برابر ہوتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
 کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر آپ کے عم مکرم عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ نہ پکڑتے، جو بہر حال
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبہ بلند نہیں پہنچ سکتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی دوسرے مقام و منصب سے توسل؟

اس سلسلہ کی جو حدیث بیان کی جاتی ہے وہ یوں ہے:

”إِذَا سَأَلْتُمُ اللَّهَ فَاسْأَلُوهُ بِجَاهِي فَإِنْ جَاهَى عَنْدَ اللَّهِ عَظِيمٍ“ جب تم
 اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگو تو میری جاہ و عزت کے وسیلہ سے مانگو، اس لئے کہ میری جاہ و منزلت اللہ
 تعالیٰ کے نزد یک بہت زیادہ ہے۔ (بلوغ الأمانى فى الرد على المفتاح النيجانى: الحديث التاسع)
 یہ حدیث سراسر موضوع اور جھوٹی ہے، معتبر کتب حدیث میں نہیں ملتی اور نہ کسی محدث اور

عالم دین نے اسے حدیث کہا ہے، لہذا اس کی بنیاد پر کوئی عمل جائز نہیں ہے اس لئے کہ عبادات کے اثبات کے لئے قرآن و حدیث میں کسی صریح دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔

مخلوق میں سے کسی کی ذات کا توسل:

یہ توسل بھی جائز نہیں، اس لئے کہ یہ کھلاشہ کر ہے، اللہ تعالیٰ تک پہونچنے کے لئے کسی بندے کا وسیلہ پکڑنا صحیح نہیں ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مخلوق سے سوال کو دعا کی قبولیت کا سبب نہیں بنایا اور نہ اپنے بندے کے لئے اسے جائز ہی قرار دیا۔

مخلوق کا توسل کیوں جائز نہیں؟

اولاً: اللہ تعالیٰ پر کسی کا کوئی حق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر بے شمار فضل و احسان ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَانَ حَقًا عَلَيْنَا نَصْرٌ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ۚ ہم پر مونوں کی مدد کرنا لازم ہے۔ (الروم: ۲۷)
اطاعت گزار کو جو جزا ملتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام سے ہے، یہاں بدله و عوض کا معاملہ نہیں ہوتا، جیسے کہ مخلوق کے مابین عام طور سے ہوتا ہے۔

ثانیاً: اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی مخلوق کو فضل و انعام کا جو حق پہونچتا ہے یہ خصوصی حق ہے غیر کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، لہذا اگر کوئی غیر مستحق شخص مستحق شخص کے توسل سے یہ حق حاصل کرنا چاہے تو یہ ایک بیرونی معاملہ سے توسل چاہئے والا معاملہ ہوگا اور یہ عمل اس کو کچھ فائدہ پہونچانے والا نہیں، جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:
میں سائلین کے حق کے ذریعہ سوال کرتا ہوں۔

تو یہ حدیث بھی صحیح نہیں ہے، یہ سب محدثین کے نزدیک ضعیف ہے، جیسے کہ بعض

محدثین نے فرمایا:

”جس حدیث کا درجہ یہ ہواں کو عقیدہ جیسے، ہم معاملہ میں دلیل بنانا صحیح نہیں ہے۔“
اس میں کسی خاص شخص کے حق کا تذکرہ نہیں ہے، بلکہ عام طور پر سائلین کے حق کا واسطہ
دیا گیا ہے اور سائلین کا حق ہے کہ ان کی مراد میں پوری ہوں، جیسے اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا
ہے۔

پھر یہ ایسا حق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے خود سے اپنے اوپر واجب قرار دیا ہے، کسی
دوسرے نے اللہ پر واجب قرار نہیں دیا، لہذا اسے توسل حاصل کرنا خود اللہ تعالیٰ کے سچے وعدہ
کے ذریعہ توسل حاصل کرنا ہے نہ کہ کسی مخلوق کے حق کے ذریعہ۔

مخلوق کو پکارنے اور اس سے مدد چاہنے کی شرعی حیثیت
”استعانت“ کہتے ہیں مدد چاہنے اور کسی معاملہ میں تائید و تقویت حاصل کرنے کو۔
”استغاثہ“ کہتے ہیں، کسی پریشانی و شدت کو دور کرنے کی درخواست کرنے کو، لہذا
مخلوق سے استعانت و استغاثہ کی دو قسمیں ہیں۔

جاائز استعانت:

جتنا مخلوق کے بس میں ہے اتنا ہی اس سے طلب کیا جائے، یہ جائز ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَعَاوُنُوا عَلَى الْإِيمَانِ وَالْتَّقْوَى﴾ نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی

امداد کرتے رہو۔ (المائدۃ: ۲)

الله تعالى نے موسی عليه السلام کے قصہ میں بھی فرمایا:

﴿فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيْعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ﴾ اس کی قوم والے نے اس کے خلاف جو اس کے دشمنوں میں سے تھا اس سے فریاد کی۔ (القصص: ١٥)

جنگ وغیرہ کے موقعوں پر بھی ایک شخص اپنے انصار و اعوان کو اسی طرح کے تعاون اور مدد کے لئے پکارتا ہے۔

ناجاائز استعانت:

جو خلوق کے بس میں نہ ہو صرف اللہ تعالیٰ ہی اس پر قدرت رکھتا ہو اس کو خلوق سے مانگنا ناجائز ہے، جیسے مردوں سے استغاثہ کرنا یا مد مانگنا یا زندوں سے ایسی چیز طلب کرنا جس پر صرف اللہ تعالیٰ ہی قادر ہے، جیسے مريضوں کی شفا یا بی مصائب کا ازالہ، تکلیف دور کرنا، اسی طرح خلوق سے کچھ مانگنا جائز نہیں، یہ شرک اکبر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک منافق مسلمانوں کو بہت پریشان کیا کرتا تھا، منافق کی شرارت دیکھ کر ایک مسلمان نے کہا چلو اس منافق کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کریں، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”لَا يَقْأَمُ لِي، إِنَّمَا يَقْأَمُ لِلَّهِ“ مدد طلب کرنے کے لئے میرے لئے نہیں کھڑا ہوا جا سکتا ہے بلکہ صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے۔ (مسند احمد: ٣١٧٥)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حق میں اس طرح کے الفاظ استعمال کرنے کو ناپسند فرمایا، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر قادر تھے لیکن صرف توحید خالص کی حفاظت اور شرک کی راہوں کو بند کرنے کے لئے اور اپنے رب کے سامنے توضیح، انکساری اور اپنی امت کو اتوال و افعال میں وسائل شرک سے بچانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا۔

□ اپنی زندگی میں اس پر قدرت رکھنے کے باوجود جب آپ ﷺ نے یہ فرمایا تو پھر آپ ﷺ کی وفات کے بعد اس کی جرأت کیسے کی جاسکتی؟ اور آپ ﷺ سے وہ چیزیں کیسے طلب کی جاسکتی ہیں جن پر آپ ﷺ قادر ہی نہیں ہیں، پھر جب یہ چیزیں آپ ﷺ سے مانگنا جائز نہیں تو کسی ولی یا بزرگ یا غیر کے ساتھ کیسے جائز ہو سکتی ہیں؟



الباب الثالث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اہل بیت اور صحابہ کرام کے متعلق عقیدہ

فصل اول: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم ہر مسلمان پر واجب ہے

فصل دوم: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور پیروی کا جواب

فصل سوم: سید البشر، نبی رحمت، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام

فصل چہارم: فضیلت اہل بیت اور بلا افراط و تفریط ان سے محبت

فصل پنجم: فضائل صحابہ اور ان کے باہمی اختلافات میں اہل سنت کا موقف

فصل ششم: صحابہ کرام اور انہمہ عظام کو برا کہنے سے بچنا

فصل اول

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم ہر مسلمان پر واجب ہے اولیں محبت کا حقدار منعم حقیقی ہے:

بندے کے لئے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی محبت ضروری ہے، یہ عبادت کی سب سے بڑی قسم ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّيَلِهٖ﴾ اور ایمان والے اللہ کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں۔ (البقرة: ۱۶۵)

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہی بندوں کا منعم حقیقی ہے، جس نے ساری ظاہری و باطنی نعمتوں سے نوازا ہے، اللہ تعالیٰ سے محبت کے بعد اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا واجب ہے، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی، اس کی معرفت سے ہمکنار کیا، اس کی شریعت پہونچائی اور اس کے احکامات بیان فرمائے، آج مسلمانوں کو دنیا اور آخرت کی جو بھلائی حاصل ہے وہ اسی رسول رحمت کی بدولت حاصل ہے، کوئی بھی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہو سکتا، ایک حدیث کے الفاظ ہیں:

”ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوةَ الْإِيمَانِ: مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ هَمَا سِوَاهُمَا، وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِيَلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ، وَمَنْ يَكُرْهُهُ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفَرِ، بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ، مَنْهُ كَمَا يَكُرْهُهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ“ جس شخص میں یہ تین باتیں

ہوں گی وہ ایمان کا مزہ پالے گا، ایک یہ کہ وہ شخص جسے اللہ اور اس کا رسول ان کے مساوا سے زیادہ عزیز ہوں اور دوسرے یہ کہ جو کسی بندے سے محض اللہ ہی کے لیے محبت کرے اور تیسرا بات یہ کہ جسے اللہ نے کفر سے نجات دی ہو، پھر دوبارہ کفر اختیار کرنے کو وہ ایسا برا سمجھے جیسا آگ میں گرجانے کو راجانتا ہے۔ (صحیح بخاری: کتاب الایمان، باب حلاوة الایمان: ۲۱)

محبت رسول ﷺ کی محبت کے تابع ہے:

اس حدیث سے پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کے تابع ہے، اور اس کے ساتھ لازم ہے اور رتبہ کے اعتبار سے دوسرے درجہ پر ہے۔

آپ ﷺ کی محبت اور اللہ کے علاوہ دیگر تمام محبوب چیزوں سے آپ ﷺ کی محبت کو مقدم رکھنے سے متعلق حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِيهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ“ تم میں سے کوئی شخص ایمان دار نہ ہو گا جب تک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کے دل میں میری محبت نہ ہو جائے۔ (صحیح بخاری: کتاب الایمان، باب حب الرسول من الایمان: ۱۵)

سب سے بڑھ کر محبت:

بلکہ ایک حدیث میں تلویوں آیا ہے:

”ایک مومن کے لئے ضروری ہے کہ آپ ﷺ کو اپنے نفس سے زیادہ محبوب رکھے۔“

عبداللہ بن ہشام نے بیان کیا کہ ”كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ أَخْذُ بَيْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، حَتَّىٰ

□ آگوں اَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ فَقَالَ لَهُ أَمْرٌ: فَإِنَّهُ الَّاَنَ وَاللَّهُ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الَّاَنْ يَا اَعْمَرُ، ”نَبِيُّ كَرِيمٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“ کے ساتھ تھے اور آپ عمر بن خطاب رضي الله عنه کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ عمر رضي الله عنه نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں، سوا میری اپنی جان کے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ (ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا) جب تک میں تمہاری اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔ عمر رضي الله عنه نے عرض کیا: پھر واللہ! اب آپ مجھے میری اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، عمر! اب تیرا ایمان پورا ہوا۔ (صحیح بخاری: کتاب الایمان والنذور، باب کیف کان یمین النبی ﷺ: ۶۲۳۲)

اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت واجب ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے علاوہ دنیا کی ہر چیز کی محبت پر مقدم ہے، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کے تابع اور اس کو لازم ہے، اس لئے یہ محبت بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہے اور اسی کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت مومن کے دل میں جتنی بڑھے گی اتنی ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بڑھے گی اور اللہ تعالیٰ کی محبت اگر کھٹے گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی کھٹے گی، اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ سے محبت رکھے گا وہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی محبت رکھے گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان کی تعظیم و تو قیر میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں اور انہی کی اتباع کریں، ان کے قول کو ہر قول سے مقدم رکھیں اور ان کی سنت کی بہت زیادہ تعظیم کریں۔

ابن قيم رحمة اللہ کی وضاحت

علامہ ابن قیم رحمة اللہ فرماتے ہیں:

”انسان سے محبت اور اس کی تعظیم اگر اللہ سے محبت اور اس کی تعظیم کے تابع ہے تو وہ جائز ہے، جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم، آپ کی محبت و تعظیم دراصل آپ کو رسول بناء کر بھیجنے والے کی محبت اور اس کی تعظیم کی تکمیل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت آپ سے اس لئے محبت کرتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کی تعظیم و تکریم کرتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اللہ تعالیٰ سے محبت کا ایک جز ہے یا اللہ تعالیٰ سے محبت کا نتیجہ ہے۔

میرے بیان کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں اتنی محبت اور رعب ڈال دیا تھا کہ خود بخود لوگ آپ سے محبت کرتے اور ہبہت کھاتے تھے، یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی انسان کسی انسان کے لئے اتنا محبوب، مؤثر اور بارعب تھے، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد کہا تھا:

قبول اسلام سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مبغوض شخص میرے نزد یک کوئی نہ تھا، لیکن اب قبول اسلام کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبوب اور مؤقر شخص میرے نزد یک کوئی نہیں، اگر مجھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کے لئے کہا جائے تو میں کچھ نہیں بول سکتا، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو قیر و جلال میں کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جی بھر کے نہیں دیکھ سکا۔

عروہ بن مسعود کا مشاہدہ:

عروہ بن مسعود نے قریش سے کہا تھا:

اے لوگو! اللہ کی قسم میں قیصر و کسری اور دیگر شاہان مملکت کے دربار میں گیا ہوں لیکن

کسی کو بھی ایسا نہیں پایا کہ اس کے احباب و اصحاب اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی تعظیم محمد ﷺ کے احباب اور اصحاب ان کی کرتے ہیں، اللہ کی قسم! وہ ان کی تعظیم و تکریم اور اجلال و رعب میں ان سے نظر نہیں ملا پاتے، جب وہ تھوکتے ہیں تو تھوک کسی صحابی کی ہتھیلی ہی میں پڑتا ہے جسے وہ اپنے چہرے اور سینے پر مل لیتے ہیں اور آپ ﷺ جب وضو کرتے ہیں تو وہ وضو کے پانی کے لئے آپس میں بڑ پڑتے ہیں۔ (جلاء الافهام: ۱۲۰ - ۱۲۱)

رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں تفریط سے ممانعت

غلوکیا ہے؟

”غلو“ کہتے ہیں حد پار کر جانے کو کوئی شخص قدر و اندازہ میں جب حد سے آگے بڑھ جاتا ہے تو اس کے لئے غلو کا الفاظ استعمال ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا تَغُوْرُوا فِي دِينِكُمْ﴾ اپنے دین میں حد سے آگے نہ بڑھو۔ (النساء: ۱۷۱)

اور ”اطراء“ کہتے ہیں کسی کی تعریف میں حد سے آگے بڑھ جانے اور اس میں جھوٹ ملانے کو، رسول اللہ ﷺ کے حق میں غلو کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی قدر و منزلت کی تعین میں حد سے تجاوز کیا جائے، بایس طور کہ آپ کو عبدیت و رسالت کے رتبہ سے بڑھا دیا جائے اور کچھ ابھی خصائص و صفات آپ کی طرف منسوب کر دیئے جائیں، مثلاً آپ ﷺ کو پکارا جائے، آپ ﷺ کو مد کے لئے پکارا جائے، آپ ﷺ سے استغاثہ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے بجا نے آپ ﷺ کی قسم کھائی جائے۔

محبت رسول ﷺ میں مبالغہ:

اسی طرح آپ ﷺ کے حق مبالغہ سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کی مدح و توصیف میں اضافہ کر دیا جائے، اس سے آپ ﷺ نے خود دیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لَا تُظْرِنِي، كَمَا أَظْرَتَ النَّصَارَى إِبْنَ مَرْيَمَ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ، فَقُولُوا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ" مجھے میرے مرتبے سے زیادہ نہ بڑھاؤ جیسے عیسیٰ اہن مریم علیہما السلام کو نصاری نے ان کے رتبے سے زیادہ بڑھا دیا ہے۔ میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، اس لیے یہی کہا کرو (میرے متعلق) کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ (صحیح بخاری: کتاب أحادیث الأنبياء: باب قول الله تعالى: واذ كرفي الكتاب مریم اذا انتبذت من أهلها: ۳۲۴۵)

یعنی باطل اوصاف سے میری تعریف نہ کرنا اور میری تعریف میں غلو نہ کرنا، جیسا کہ نصاری نے عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں غلو کیا ہے کہ ان کو الوہیت کے درجہ تک پہنچا دیا، دیکھو! تم میری اس طرح تعریف کرو، جس طرح میرے رب نے میری تعریف کی ہے، لہذا مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو یہی وجہ ہے کہ جب ایک صحابی نے آپ ﷺ سے کہا: آپ ہمارے سید ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: سید تو اللہ تعالیٰ ہے اور جب اس نے کہا کہ ہم میں سے افضل اور باعتبار طاقت و قوت آپ سب سے بڑے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس طرح کی تعریف میں کوئی حرج نہیں، جو چاہو کہو لیکن دیکھو! اس معاملہ میں شیطان تمہیں حد سے نہ بہ کا دے۔ (سنن أبي داؤد: کتاب الأدب، باب فی کراہیۃ التمادح: ۳۸۰۶)

اسی طرح کچھ لوگوں نے آپ ﷺ سے کہا: اے اللہ کے رسول! اے ہم میں سے سب سے بہتر کے بیٹے اور ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے! یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:

”يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِتَقْوَىٰ كَمْ وَلَا يَسْتَهِينَكُمُ الشَّيْطَانُ أَنَا مُحَمَّدٌ
بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَبْدِ اللَّهِ وَرَسُولُهُ وَاللَّهُمَّ مَا أَحَبَّتُ إِلَّا فَعَنْ فُوقِ مَنْزِلَتِي الَّتِي أُنْزَلْنِي اللَّهُ
عَزَّ وَجَلَّ“ لوگو! میرے متعلق اس طرح کی باتیں کہہ سکتے ہو لیکن دیکھو شیطان تمہیں بہ کا نہ
دے، میں محمد ہوں، اللہ کا بندہ اور اس کا رسول، میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تم مجھے اپنی اس قدر و منزالت
سے آگے بڑھا دو جس پر اللہ رب العزت نے مجھے فائز کر رکھا ہے۔ (مسند احمد:
(۲۲۹-۲۳۰، ۵۷۱-۵۷۲) سنن المسائی: فی عمل الیوم واللیلة:)

احتیاط لازم ہے:

رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اپنے لئے ”ہمارے سردار“، ”ہم میں سے سب سے اچھے“، ”ہم
میں سے سب سے افضل و اعظم“، جیسے الفاظ اور ایسی تعریف کو ناپسند فرمایا ہے، جب کہ واقعہ میں
آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ علی الاطلاق تمام مخلوق میں سب سے افضل و اشرف ہیں لیکن آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے
لوگوں کو یہ کہنے سے صرف اس لئے روک دیا تھا کہ آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے بارے میں لوگ غلو اور مبالغہ
میں نہ پڑ جائیں تاکہ توحید کی حفاظت ہو سکے، آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اپنے آپ کو صرف دو صفتوں سے
متصف کرنے کی ہدایت کی ہے، جو دراصل بندہ کے لئے عبدیت کا سب سے بڑا رتبہ ہے اور جن کا
میں غلو و مبالغہ نہیں ہے اور نہ عقیدہ کے لئے کوئی خطرہ ہے، وہ دو صفتیں ہیں اللہ کا بندہ اور اس کا
رسول، وہ قدر و منزالت جس پر رب العالمین نے آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو فائز کر رکھا ہے، اونچا کرنے کو ناپسند
فرمایا ہے، آج بہت سے لوگ آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے اس فرمان کی مخالفت پر تلے ہوئے ہیں، کھلے عام
آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو مدد کے لئے پکارتے ہیں، آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے استغاثہ کرتے ہیں، آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی
قسم کھاتے ہیں اور آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے وہ چیزیں مانگتے ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگی جاتی
ہے۔

اس طرح کی مخالفتیں میلادوں، نعمتیہ کلاموں اور نظموں میں خوب خوب ہو رہی ہیں، اس طرح کے لوگ اللہ تعالیٰ کے حق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کوئی تمیز نہیں کرتے۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اس حقیقت کو اپنے ایک قصیدہ نونیہ میں یوں بیان کیا ہے:

”اللہ تعالیٰ کا ایک حق ہے جو دوسرے کا نہیں ہو سکتا اور اس کے بندے کا ایک حق ہے یہ وحی ہوئے ان دونوں کو بغیر تمیز و امتیاز کے ایک نہ بناؤ۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت

جائز تعریف درست ہے:

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسی تعریف کی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس قدر و منزلت سے نوازا ہے اتنی تعریف کرنے اور اس رتبہ کو بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑے رتبے اور عالی مقام سے نوازا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں تمام مخلوقات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اچھے اور سب سے افضل ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں کے لئے رسول ہیں، جن و انس کے ہر فرد کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی اور رسول بننا کر بھیجے گئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم رسولوں میں بھی سب سے افضل ہیں، نبیوں کے خاتم ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ کو اللہ تعالیٰ نے کھول دیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو اللہ تعالیٰ نے بلند فرمایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی نافرمانی کرنے والوں کے لئے ہر طرح کی ذلت و رسائی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقام محمود کے مالک ہیں، اللہ

تعالیٰ نے آپ کے متعلق فرمایا:

﴿عَسَىٰ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا فَخَمُودًا﴾ عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں کھڑا کرے گا۔ (الاسراء: ٩)

مقام محمود سے مراد وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن لوگوں کی شفاعت کے لئے کھڑا کرے گا تاکہ انہیں ان کا رب اس موقع کی پریشانی و شدت سے آرام پہونچائے یہ بہت ہی خاص مقام ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو عطا ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نبی کو بھی یہ مقام عطا نہ ہوگا۔

ادب پہلا قرینہ ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے اور اللہ کا سب سے زیادہ کرنے والے، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آواز بلند کرنے سے خود لوگوں کو روک دیا ہے اور ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی آواز پست رکھتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفُعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيٍّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِيَعْلِمْ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ﴾ (۱) إِنَّ الَّذِينَ يَغْضُونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبُهُمْ لِلْتَّقْوَىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ (۲) إِنَّ الَّذِينَ يُنَادِونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجَّارَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ (۳) وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (۴) اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اوپھی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے بولتے ہو (اس طرح) ان کے رو بروزور سے نہ بولا کرو ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو، پیش کر جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور

میں اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پر ہیز گاری کے لئے جاچ لیا ہے۔ ان کے لئے مغفرت اور بڑا ثواب ہے۔ جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان میں اکثر (بالکل) بے عقل ہیں۔ اگر وہ صبر کرنے رہتے یہاں تک کہ آپ خود نکل کر ان کے پاس آتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا اور اللہ تو بخشش والا ہم بران ہے۔ (الحجرات: ٥-٦)

ابن کثیر رحمہ اللہ کا فرمان:

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہ وہ آیات کریمہ ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو رسول اللہ ﷺ کی توقیر و تعظیم اور اجلال و اکرام کا معاملہ کرنے کے آداب سکھائے ہیں، ان کو بتایا ہے کہ وہ آپ کے سامنے اپنی آواز بلند نہ کریں، نام لے کر آپ ﷺ کو کوئی شخص نہ پکارے جیسے کہ عام لوگ پکاتے جاتے ہیں، لہذا ”اے محمد ﷺ نہیں“ کہا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَذَّابًا عَارِبَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ تم اللہ تعالیٰ کے نبی

کے بلاں کو ایسا بلا وانہ کر لوجیسا کہ آپ میں ایک دوسرے سے ہوتا ہے۔ (النور: ٢٣)

خود اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ”اے نبی ! اے رسول !“ کے لقب سے پکارا

ہے۔ (قرآن مجید میں چار مقامات (۱) آل عمران: ۱۳۲ (۲) الأحزاب: ۲

(۳) محمد: ۷ (۴) الفتح: ۲۹۔ (یوسف) پر محض تعارف کے لئے آپ ﷺ کا نام

استعمال کیا گیا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ اور فرشتوں نے آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے

اپنے بندوں کو آپ پر درود وسلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلِيكُتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَأْيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو۔ (الأحزاب: ٥٦)

لیکن نبی ﷺ کی تعریف و توصیف کے لئے کوئی کیفیت کتاب و سنت کی صحیح دلیل کے بغیر مخصوص نہیں کی جاسکتی، الہذا آج جو لوگ میلا دلبی ﷺ کے جشن و جلوس کا اہتمام کرتے ہیں اور اس تاریخ کو آپ ﷺ کی پیدائش کا دن سمجھتے ہیں، یہ بہت ہی ناپسندیدہ بدعت ہے۔

آپ ﷺ کی تعظیم و تکریم کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کی سنت کی تعظیم و تکریم کی جائے، اس پر عمل کے واجب ہونے پر اعتقاد رکھا جائے اور یہ سنت رسول قرآن مجید کے بعد تعظیم عمل کے اعتبار سے پہلے درجہ پر ہے، اس لئے کہ سنت بھی اللہ تعالیٰ کی وجی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهُوَى﴾ (۳) ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى﴾ (۲) اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں۔ وہ تصرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔ (النجم: ۳-۲)

الہذا سنت میں شنک پیدا کرنا اور اس کی شان کم کرنے کی کوشش کرنا حرام ہے، اس کے متن و سند اور طرق کی صحیح و تضییف میں کلام اور معنی کی تعین و تشریح بہت ہی احتیاط، علم و تحفظ کے ساتھ کی جانی چاہئے، آج بے شمار جہلاء خاص طور پر تعلیم کے ابتدائی مرحل کے نوجوان سنت رسول پر زبان درازی کرنے لگے ہیں، انہوں نے احادیث کی صحیح و تضییف شروع کر دی ہے اور شرف مطالعہ کے بل بوتے پر راویوں پر جرح کرنے لگے ہیں، یہ خود ان کے لئے اور امت کے

لئے بہت بڑا خطرہ ہے، انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے اور اپنی حد سے آگے نہیں بڑھنا چاہئے۔
فصل دوم

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ سَلَّمَ کی اطاعت کا واجب

اطاعت رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ سَلَّمَ واجب ہے:

نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ سَلَّمَ کی اطاعت ہر حال میں واجب ہے، لہذا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ سَلَّمَ کے احکامات کو بجالا نا اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ سَلَّمَ کی منع کردہ اشیاء سے بعض رہنا واجب ہے۔
آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ سَلَّمَ کو اللہ کا رسول مانتے کا یہی تقاضا ہے، اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیتوں میں اطاعت کا حکم دیا ہے، کبھی تو اللہ کی پیروی کے ضمن میں، جیسے آیت کریمہ ہے:
 ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ مونتو! اللہ اور اس کے رسول کی فرمان برداری کرو۔ (النساء: ٥٩)

اوہ بھی انفرادی طور پر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ سَلَّمَ کی پیروی کا حکم دیا ہے، ارشاد بانی ہے:
 ﴿مَن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ (النساء: ٨٠)

دوسری جگہ ارشاد ہے:
 ﴿وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ سَلَّمَ کے فرمان پر چلتے رہوتا کہ تم پر حرم کیا جائے۔ (النور: ٥٦)

اوہ بھی رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ سَلَّمَ کی نافرمانی کرنے والوں کو وعدیں سنائی گئی ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلْيَخْذِلُوا الَّذِينَ يُحَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةً أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾ تو جو لوگ ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو درنا چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان پر کوئی آفت آپ پرے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔ (النور: ٦٣)

یعنی ان کے دلوں میں کفر و نفاق اور بدعت کے فرتنے پیدا ہو جائیں گے یا پھر اس مادی دنیا ہی میں کوئی دردناک عذاب آگھیرے گا، جیسے قتل، حد، جس، یا پھر اس کے علاوہ دیگر فوری سزا نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اطاعت و اتباع کو بندے سے اپنی محبت اور اس کے گناہوں کی مغفرت کا سبب بتایا ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحِبِّكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ﴾ کہہ دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابع داری کرو خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا۔ (آل عمران: ٣١)

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اطاعت کو ہدایت اور آپ ﷺ کی نافرمانی کو گمراہی قرار دیا ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلْغُ الْمُبِينُ﴾ سنور رسول کے ذمے تو صرف صاف

طور پر پہنچادیتا ہے۔ (النور: ٥٣)

نیز فرمایا:

﴿فَإِنَّ اللَّهَ يَسْتَحِيُّ بِالَّكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَبَعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ هُنَّ

أَتَبَعَ هَوْيَهُ بِغَيْرِ هُدَىٰ مِنْ اللهِ إِنَّ اللهَ لَا يَهِدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ پھر اگر یہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ یہ صرف اپنے خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں اور اس سے زیادہ کوں گمراہ ہو گا جو اللہ کی ہدایت چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے چلے؟ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت

نہیں دیتا۔ (القصص: ٥٠)

اللہ تعالیٰ نے اس کی بھی خبر دی ہے کہ آپ ﷺ امت کے لئے بہترین نمونہ اور اسوۂ حسنہ ہیں، ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الدُّنْيَا وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾ تم کو اللہ کے پیغمبر کی پیروی بہتر ہے، (یعنی) اس شخص کو جسے اللہ سے ملنے (اور روز قیامت کے آنے) کی امید ہو اور وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہو۔ (الأحزاب: ٢١)

ابن کثیر رحمہ اللہ کی صراحت:

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”یہ آیت کریمہ نبی کریم ﷺ کے تمام اقوال، افعال اور احوال کو اسوہ بنانے کی بہت بڑی دلیل ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے احزاب کے دن لوگوں کو یہ حکم دیا کہ صبر و استقامت، جہاد و مجاہدہ اور رب العالمین کی طرف سے آسانی و کشادگی کے انتظار میں آپ ﷺ کو اپنا اسوہ بنائیں اور قیامت تک کیلئے آپ ﷺ کی زندگی کو نمونہ بنائیں، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور پیروی کا تذکرہ قرآن مجید میں چالیس جگہوں پر کیا ہے، لوگ آپ ﷺ کی لائی ہوئی سنت و شریعت کی معرفت اور اس کی اتباع کے غذا اور پانی سے بھی زیادہ محتاج ہیں، غذا اور پانی نہ ملنے پر انسان دنیا میں مرجائے گا لیکن رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و پیروی نہ ہونے پر درد ناک عذاب اور داعی بدنختی کا شکار ہو جائے گا، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام عبادات میں اپنی اقتدار اور پیروی کا اور ان کے اعمال کو اسی ہیئت و کیفیت میں ادا کرنے کا حکم دیا ہے، جس ہیئت میں آپ ﷺ ادا فرماتے تھے۔



ارشادِ نبوی ہے:

”وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي“ نماز اسی طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ (صحیح بخاری: کتاب الأذان، باب الأذان للمسافر: ۲۳۱)

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

”لِتَأْخُذُوا مَنَاسِكُهُمْ“ تمہیں چاہئے کہ مجھ سے مناسک حج سیکھو۔ (صحیح مسلم: کتاب الحج، باب استحباب رمي الجمرة العقبة... ۱۲۹۷)

نیز فرمایا:

”مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَّيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ“ جو شخص بھی کوئی ایسا عمل کرتا ہے جس پر ہمارا امر نہیں تو وہ عمل مردود ہے۔ (صحیح مسلم: کتاب الأقضیة، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور، بعد: ۱۷۱۸)

نیز فرمایا:

”فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنْتِي فَلِيُسْ مِنِي“ جو شخص ہماری سنت سے اعراض کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں۔ (صحیح بخاری: کتاب النکاح: باب الترغیب والنکاح: ۵۰۶۳)

اس کے علاوہ ہزاروں نصوص ایسی ہیں جن میں آپ ﷺ کی اطاعت و پیروی پر ابھارا گیا ہے اور آپ ﷺ کی نافرمانی اور مخالفت سے باز رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

فصل سوم

سید البشر، نبی رحمت، رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر درود وسلام

صلوٰۃ وسلام کا حکم: رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر درود وسلام بھیجا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا امت پر ایسا حق ہے جسے خود اللہ تعالیٰ نے مشروع فرمایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتُهُ يُصَلِّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيْمًا﴾ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھجتے رہا کرو۔ (الأحزاب: ٥٦)

یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی پر صلاة کا مطلب ”تعریف“ ہے اور فرشتوں کی صلاة کا مطلب ہے ”دعا“ اور لوگوں کی صلاة وسلام کا مطلب ہے ”استغفار“ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی بھی خبر دی کہ اس کے نبی اور رسول کا اپنے قریبی فرشتوں میں کیارتہ ہے؟ اللہ تعالیٰ ان کے سامنے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تعریف کرتا ہے اور یہ کہ فرشتے آپ پر رحمت بھجتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے دنیا والوں کو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر صلاة وسلام بھجنے کا حکم دیا ہے تاکہ عالم علوی اور عالم سفلی دونوں کی تعریف آپ کے لئے جمع ہو جائے ”سَلِّمُوا تَسْلِيْمًا“ کا مطلب ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر شرعی سلام بھیجو اہذ اجب کوئی آپ پر سلام بھیجننا چاہے تو صلاة وسلام دونوں بھجے، ان میں سے ایک پر اکتفانہ کرے اہذ اصرف صلی اللہ علیہ نہ کہے اور نہ صرف علیہ السلام کہے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو ساتھ ساتھ بھجنے کا حکم دیا ہے۔

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر درود بھجنے کا حکم ایسی بچھوں پر آیا ہے، جس سے اس بات کی تاکید ہوتی

ہے کہ یا تو آپ ﷺ پر درود بھیجنے اور جب ہے یا سنت مؤکدہ۔

وجوب درود سلام کے مقامات:

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”جلاء الافہام“ میں ایسی اکتسالیں جگہوں کا تذکرہ کیا ہے، جہاں آپ ﷺ ہر درود بھیجنا ضروری ہے اس کی ابتداء اہم و مؤکد ترین جگہ یعنی تشهید کے آخری حصے سے کی ہے، درود سلام کی مشروعیت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، لیکن اس موقع پر اس کے وجوب کے بارے میں اختلاف ہے، انہیں جگہوں میں ایک آخری قوت بھی ہے اور خطبوں میں خطبہ جمعہ، خطبہ عیدین، خطبہ استسقاء اور موزان کا جواب دینے کے بعد دعا کے وقت، مسجد میں داخل ہوتے اور نکلنے وقت کے موقع شامل ہیں، انہوں نے آپ ﷺ پر درود پر دوسرا بھیجنے کے ثمرات بھی گنائے ہیں اور وہ چالیس ہیں، ان فائدوں میں سے کچھ یہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعییل، اللہ تعالیٰ کی طرف درود بھیجنے والے کے لئے ایک درود پر دو رحمتیں، دعا کی قبولیت کی امید، پھر جب درود کے ساتھ وسیلہ کا سوال کیا جائے تو یہ آپ ﷺ کی سفارش کا سبب بنتا ہے، یہ گناہوں کی معافی کا باعث بنتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے درود کا جواب دینے کا سبب بھی ہے۔

فصل چہارم

فضیلت اہل بیت اور بلا افراط و تفریط محبت

اہل بیت سے کیا مراد ہے؟

اہل بیت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ آں و اولاد ہے جن پر صدقہ حرام ہے، ان میں علی بن ابی طالبؑ کی اولاد، جعفر بن ابی طالبؑ کی اولاد عقیل بن ابی طالبؑ کی اولاد عباس بن ابی طالبؑ کی اولاد، بنو حارث بن عبد المطلب اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات اور بنات طاہرات شامل ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الْجُسُسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُظْهِرَ كُمْ طَهْرًا﴾ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اپنے نبی کی گھروالیو! تم سے وہ (ہر قسم کی) گندگی کو دور کر دے اور تمہیں خوب پاک کر دے۔ (الأحزاب: ٣٣)

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں جو تبرکتے گا، اس کو کبھی بھی اس بات میں شک نہیں ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بھی مذکورہ آیت کریمہ کے ضمن میں داخل ہیں، اس لئے کہ سیاق کلام ان کے ساتھ ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کے فوراً بعد فرمایا:

﴿وَأَذْكُرُنَّ مَا يُتْلَى فِي بُيُوتٍ كُنَّ مِنْ أَيْتَ اللَّهُ وَالْحُكْمَةِ﴾ اور تمہارے گھروں میں اللہ کی جو آیتیں اور رسول کی جو احادیث پڑھی جاتی ہیں ان کا ذکر کرتی رہو۔

(الأحزاب: ٣٣)

فضیلت عائشہ رضی اللہ عنہا:

آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے گھروں میں کتاب و سنت میں سے جو کچھ بھی

اللہ تعالیٰ اپنے رسول پر نازل فرماتا ہے اس پر عمل کرو، قادہ ﷺ اور دوسرے حضرات نے یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ اس نعمت کو یاد کرو جو لوگوں کو چھوڑ کر تمہارے لئے خاص کی گئی ہے، یعنی وہی تمہارے گھروں میں نازل ہوتی ہے، عائشہ بنت الصدیق تو اس نعمت سے مالا مال تھیں اور اس عمومی رحمت میں آپ ﷺ کو خاص مقام عطا ہوا تھا، اس لئے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑ کر کسی دوسرے کے بستر پر وہی نازل نہیں ہوئی ہے، جیسا رسول اللہ ﷺ نے خود فرمایا تھا، بعض علماء کہنا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ خصوصیت اس لئے ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے سوا کسی بھی کنواری سے شادی نہیں کی، اور آپ ﷺ کے سوا ان کے بستر پر کوئی دوسرا مرد نہیں سویا، لہذا مناسب تھا کہ اس خصوصیت و رتبہ عالیہ سے آپ نوازی جاتیں اور جب آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اہل بیت میں داخل ہیں تو آپ ﷺ کے اقارب و اعزاء بدرجہ اولیٰ اس میں داخل ہیں اور وہ اس نام کے زیادہ مستحق ہیں۔ (ابن کثیر)

لہذا اہل سنت و جماعت اہل بیت سے محبت کرتے ہیں اور عقیدت رکھتے ہیں اور ان کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کی اس وصیت کو اپنے سامنے رکھتے ہیں جسے آپ ﷺ نے غدیر خم کے موقع پر فرمایا تھا:

”اذْكُرْ كَمَ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتٍ“ اپنے اہل بیت کے سلسلے میں میں تمہیں اللہ کو یاد دلاتا

ہوں۔ (مسند احمد: ۳۶۷/۳)

اہل سنت و جماعت کا طرز عمل:

اہل سنت و جماعت ان سے محبت کرتے ہیں اور ان کی تکریم و تعظیم کرتے ہیں، اس لئے

کہ یہ بھی رسول اللہ ﷺ سے محبت و عقیدت اور آپ ﷺ کی تعلیم و تکریم کی علامت ہے لیکن یہ اس شرط کے ساتھ ہے کہ وہ سنت کی اتباع پر قائم ہوں، جیسے کہ ان کے سلف صالحین عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد، علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کا حال تھا، اور ان میں سے جو سنت رسول اللہ ﷺ کے مخالف ہوں اور دین پر قائم نہ ہوں، پھر ان سے عقیدت و دوستی جائز نہ ہوگی چاہے وہ اہل بیت میں سے ہی کیوں نہ ہوں۔

اہل بیت کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا موقف بہت ہی اعتدال اور انصاف پر مبنی ہے، اہل بیت میں سے جو دین وايمان پر قائم ہیں، اہل سنت ان سے گہری محبت اور عقیدت رکھتے ہیں اور ان میں سے جو سنت کے مخالف اور دین سے مخرف ہوں ان سے دور رہتے ہیں، چاہے وہ نسبی طور پر اہل بیت میں داخل ہوں، اس لئے کہ اہل بیت اور رسول ﷺ کے فریبی ہونے سے کوئی فائدہ نہیں جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم نہ ہوں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ پر جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

﴿وَأَنِذْرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبَيْنَ﴾ اور اپنے قربی رشتہ داروں کو ڈراو۔ (الشعراء: ۲۱۳)

تو آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر فرمایا:

”يَا مَعْشَرَ قُرْبَيْشِ - أَوْ كَلِيْةَ نَحْوَهَا - اشْتَرُوا أَنْفَسَكُمْ، لَا أَغْنِي عَنْكُمْ مِنْ اللَّهِ شَيْئًا، يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ لَا أَغْنِي عَنْكُمْ مِنْ اللَّهِ شَيْئًا، يَا عَبْنَاسُ بْنَ عَبْدِ الْمُظْلِبِ لَا أَغْنِي عَنْكَ مِنْ اللَّهِ شَيْئًا، وَيَا صَفِيَّةَ عَمَّةَ رَسُولِ اللَّهِ لَا أَغْنِي عَنْكَ مِنْ اللَّهِ شَيْئًا، وَيَا فَاطِمَةُ بُنْتَ حُمَيْدٍ سَلِينِي مَا شِئْتَ مِنْ مَالِي لَا أَغْنِي عَنْكَ مِنْ اللَّهِ شَيْئًا“، قریش کے لوگو! یا ایسا ہی کوئی اور کلمہ تم لوگ اپنی اپنی جانوں کو (نیک اعمال کے بدال) مول لے لو (بچالو) میں اللہ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا (یعنی اس کی مرضی کے

خلاف میں کچھ نہیں کر سکوں گا) عبد مناف کے بیٹوں! میں اللہ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا۔ عباس عبد المطلب کے بیٹے! میں اللہ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا۔ صفیہ میری پھوپھی! اللہ کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا۔ فاطمہ! بیٹی تو چاہے میرا مال مانگ لیکن اللہ کے سامنے تیرے کچھ کام نہیں آؤں گا۔ (صحیح بخاری: کتاب الوصایا، باب هل یدخل النساء والوالدفی الأقارب: ۲۷۵۳)

ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں:

”وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ، لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسْبَةً“ جس کا عمل ست ہواں کا عمل اسے تیز نہیں لے جائے گا۔ (صحیح مسلم: کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن وعلی الذکر: ۲۶۹۹)

اہل سنت افراط و تفریط سے مbaraہیں:

اہل سنت و جماعت راضی شیعوں کے غلط عقائد سے پاک ہیں، جو بعض اہل بیت کے سلسلے میں غلو سے کام لیتے ہوئے ان کی عصمت کی دعویٰ کرتے ہیں، اسی طرح نواصب کے گمراہ کن طریقہ سے بھی پاک ہیں جو اصحاب استقامت اہل بیت سے دشمنی رکھتے ہیں، انہیں لعن طعن کرتے ہیں، الحمد للہ اہل سنت و جماعت ان بدعتوں اور خرافاتیوں کی گمراہی سے بھی پاک ہیں جو اہل بیت کو وسیلہ بناتے ہیں اور اللہ کے سوانح کو ارباب حل عقد مانتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اہل سنت و جماعت اس بارے میں اور دیگر معاملات میں بھی مندرجہ اعتدال اور صراط مستقیم پر قائم ہے، جن کے رویہ میں کوئی افراط و تفریط نہیں، اور بہ اہل بیت کے حق میں حق تلقی و غلو ہے، خود معتدل دین پر قائم اہل بیت اپنے لئے غلو پسند نہیں کرتے ہیں اور غلو کرنے والوں سے پناہ مانگتے ہیں، خود علی رضی اللہ عنہ نے اپنے متعلق غلو کرنے والوں کو آگ میں جلا دیا تھا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان

کے قتل کو جائز قرار دیا ہے، لیکن وہ آگ کے بجائے نوار سے قتل کے قاتل ہیں، علی رضی اللہ عنہ نے غلوکرنے والوں کے سردار عبداللہ بن سبا کو قتل کرنے کے لئے تلاش کروایا تھا لیکن وہ بھاگ کر کہیں چھپ گیا تھا۔

فضائل صحابہ اور ان کے باہمی اختلافات میں

اہل سنت کا موقف

صحابہ سے کون لوگ مراد ہیں؟

صحابہ صحابی کی جمع ہے، اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جس نے بحالت ایمان رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور اسی ایمان کی حالت میں اس کا انتقال ہوا، ان کے بارے میں ہمارا یہ عقیدہ ہونا واجب ہے کہ وہ امت کے افضل ترین لوگ تھے، ان کا زمانہ خیر القرون تھا، اور یہ شرف ان کو اسلام کی طرف ان کی سبقت، رسول اللہ ﷺ کی صحبت کے لئے ان کا انتخاب، آپ ﷺ کے ساتھ جہاد اور شریعت کے بارگراں کو اٹھانے اور بعد والوں تک پہونچانے کی وجہ سے حاصل ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کی تعریف کی ہے، آیت کریمہ ہے:

﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالذِينَ اتَّبَعُوهُمْ
يَا حَسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعْدَلَهُمْ جَنَاحٌ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَرُ خَلِيلِينَ
فِيهَا آبَدًا ذُلِّكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر کے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔ (التوبۃ: ۱۰۰)

بریشم کی طرح زم:

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحْمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَايْهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضَاً إِسْلَامَهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثْرِ السُّجُودِ ذُلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرِيهِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطَّهُ فَأَزَرَهُ فَاسْتَغَلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَآجُراً عَظِيمًا﴾۔ محمد اللہ کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں کے لئے تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل (اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے کہ وہ (اللہ کے آگے) بچکے ہوئے سر بسجدوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں، ان کے یہی طلب کر رہے ہیں، (سبود کے اثر سے) ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں، ایک کھیتی ہیں جس اوصاف تورات میں (مرقوم) ہیں اور یہی اوصاف انجلیل میں ہیں، گویا وہ ایک کھیتی ہیں جس نے (پہلے زمین سے) اپنی سوتی نکالی پھر اس کو مضبوط کیا پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی، کھیتی والوں کو خوش کرنے لگی تاکہ کافروں کا جی جلائے، جو لوگ ان میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے اللہ نے گناہوں کی بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔ (الفتح: ۲۹)

ایشارہ کی مجسم تصویریں:

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ

فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرُضَاً وَيَتَصْرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (٨) وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُجْبِونَ مَنْ هَا جَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً هُنَّا أُوتُوا وَيُؤْتَوْنَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَاصَّةً وَمَنْ يُوقَ شَحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (٩) اور ان مغلس تارک الوطن لوگوں کے لئے بھی جو اپنے گھروں اور مالوں سے جدا کر دیئے گئے ہیں (اور وہ) اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلب گار اور اللہ اور اس کے پیغمبر کے مدگار ہیں یہی لوگ سچے (ایمان دار) ہیں اور (ان لوگوں کے لئے بھی) جو مہاجرین سے پہلے پھر (ہجرت کے) گھر (یعنی مدینے) میں مقیم اور ایمان میں (مستقل) رہے اور جو لوگ ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو ملا اس سے اپنے دل میں کچھ خواہش (اور خلش) نہیں پاتے اور ان کو اپنے جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو اور جو شخص حرص نفس سے بچالیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔ (الحسن: ٨-٩)

ان آئیوں میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین و انصار کی بڑی تعریف فرمائی ہے اور انہیں بھلاکیوں کی طرف سبقت کرنے والے کہا ہے، اس کی بھی خبر دی ہے کہ وہ ان سے راضی ہے، ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں، اسی طرح انہیں آپس میں رحم کرنے والے اور کافروں پر سختی کرنے والے تباہی ہے، اسی طرح ان کے اوصاف بتاتے ہوئے فرمایا کہ کثرت سے رکوع اور سجدہ کرنے والے ہیں، ان کے دل پاک و صاف ہیں، ان کے چہروں پر اطاعت ایمان کی جو نشانی اور نور ہے، اس سے وہ پہچانے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے لئے چن لیا ہے، تاکہ وہ کافروں کو غصہ دلائے، مہاجرین کی تعریف میں فرمایا کہ انہوں نے محض اللہ کے اور اس کے دین کی نصرت کے لئے اس کے فضل و رضا کی تلاش میں اپنے وطن مالوف اور مال و دولت کو

خیر باد کہا اور وہ اپنے عمل سچ تھے، انصار کی تعریف میں فرمایا کہ وہ ہجرت و نصرت اور ایمان صادق کے گھروالے ہیں، وہ اپنے مہاجر بھائیوں سے محبت کرتے ہیں، ان کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، ان سے ہمدردی کرتے ہیں، وہ بخل سے پاک ہیں، جن کی وجہ سے فلاج و کامرانی ان کے قدم پہنچتی ہے، یا ان کے بعض فضائل و حنات ہیں، ان کے علاوہ کچھ خاص فضائل و رتبے ہیں جن کی وجہ سے ان میں سے بعض بعض سے ممتاز ہیں اور ان کی اسلام کی طرف جہاد و ہجرت کی وجہ سے ہے، لہذا فضل ترین صحابہ خلفاء اربعة ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، ان کے بعد باقی عشرہ مبشرہ ہیں، جن میں طلحہ رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ، عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی و قاص رضی اللہ عنہ، سعید بن زید رضی اللہ عنہ شامل ہیں، مہاجرین کو انصار پر فضیلت دی گئی ہے، اہل بدرا اور اہل بیعت الرضوان کی بھی خاص فضیلت آئی ہے، فتح کہ سے پہلے جو اسلام لائے اور جہاد کرتے رہے ان کو فتح کہ کے بعد اسلام قبول کرنے والوں پر فضیلت دی گئی ہے۔

مناقشات صحابہ کے متعلق اہل سنت و جماعت کا موقف

صحابہ کرام میں تنازع کا باعث: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اندر فساد پھیلنے کی وجہ اسلام اور اہل اسلام کے خلاف یہودیوں کی سازش تھی، خبیث ترین مکاریمیں کے یہودی عبد اللہ بن سبأ کو یہودیوں نے کھڑا کیا، اس نے جھوٹ موت قبول اسلام کا اعلان کیا، پھر یہ خبیث یہودی اپنے حقد و حسد کا زہر خلیفہ ثالث عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف اگلنے لگا، ان کے خلاف من گھرست ٹھیتیں گھر کر پھیلانے لگا، اللہ اکھ کمزو رایمان، کوتاہ نظر و فتنہ پسند لوگ اس سے دھوکہ کھا کر اس کے ارد گرد جمع ہو گئے اور اسی سازش کے نتیجہ میں عثمان رضی اللہ عنہ مظلومیت کی حالت میں شہید کئے گئے، عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے فوراً بعد مسلمانوں میں اختلافات شروع ہو گئے، اس یہودی اور اس کے قبیلے کے اکسانے پر فتنہ نے سراٹھا یا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق باہم تنازع کر بیٹھے۔

شارح طحاویہ کے بقول:

کتاب ”الطحاویہ“ کے شارح لکھتے ہیں:

رفض کا فتنہ ایک منافق وزنداق نے پیدا کیا، اس نے دین اسلام ختم کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کو داغدار کرنا چاہا، جیسا کہ علماء کرام نے بیان کیا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ عبد اللہ بن سبأ نے جب اپنے جب اسلام کا اظہار کیا تو انہوں نے دراصل اپنے خباثت پر مکاری سے دین اسلام میں فساد پھیلانا چاہا تھا جیسا کہ بوس نے نظر انیت کے ساتھ کیا، سب سے پہلے اس نے اپنی عبادات و زہد کا اظہار کیا، پھر امر بالمعروف اور نبی عن الممنکر کا اظہار کیا، یہاں تک عثمان رضی اللہ عنہ سے متعلق فتنہ پھیلانے اور انہیں قتل کرنے کی کوشش کی، پھر وہ کوفہ آیا اور اس نے

علی رَبِّ الْعَالَمِينَ سے متعلق غلوکا اظہار کیا اور ان کی نصرت و تائید کرنی چاہی تاکہ اس سے اپنے خبیثانہ مقصد کو پہونچ سکے۔

حب علی رَبِّ الْعَالَمِينَ کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے اس کے قتل کا حکم دیا لیکن وہ بدنہاد قرقیس کی طرف بھاگ گیا، اس کی پوری رواداد تاریخ میں مشہور ہے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی توضیح:

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

جب عثمان رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا قتل ہوا تو مسلمانوں کے دل منتشر ہو گئے، مصائب کے پھاڑان پر ٹوٹ پڑے، شریر و خبیث لوگ سامنے آگئے اور اچھے لوگ ذلیل ہو گئے اور وہ لوگ فتنہ بھڑکانے لگے جواب تک کچھ نہیں کر سکتے تھے اور اصلاح و خیر کو چاہئے والے اپنے میدان میں بے دست و پا ہو گئے، لہذا لوگوں نے علی رَبِّ الْعَالَمِینَ کے ہاتھ پر بیعت کر لی، وہ خلافت کے لئے اس وقت موزوں ترین شخص تھے اور باقی صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ جمعیں میں سب سے اچھے تھے، لیکن چونکہ دل منتشر تھے اور فتنہ کی آگ بھڑک رہی تھی لہذا لوگوں کا پورا اتفاق نہ ہو سکا، جماعت کی شیرازہ بندی نہ ہو سکی، لہذا خلیفہ وقت اور امت کے اچھے و مصلح لوگ وہ نہ کر سکے جو وہ چاہتے تھے، کچھ لوگ فتنہ و فساد کے شعلوں میں کوڈ پڑے، پھر جو ہوا سب کو معلوم ہے۔

موقف اہل سنت کا خلاصہ:

صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ جمعیں کے مابین اختلافات اور جنگ و جدال سے متعلق اہل سنت و جماعت کا جو موقف ہے اس کا خلاصہ کیا جائے تو دو چیزیں سامنے آئیں گی:

اول:

اہل سنت و جماعت صحابہ کرام کے مابین ہونے والے جنگ وجدال سے متعلق اپنی زبان بذرکتی ہیں اور اس میں بال کی کھال نہیں نکالتے، اس لئے کہ سلامتی کا راستہ چپ رہنے ہی میں ہے، خاص طور پر اس طرح کے معاملہ میں تو ان کی یہ دعا ہوتی ہے:

﴿وَالَّذِينَ جَاءُوكُمْ مِّنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا الْغَيْرُ لَنَا وَلَا خُواْنَا إِنَّا إِلَيْهِمْ بَصِّقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غُلَّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ اور (ان کے لئے) جوان کے بعد آئیں اور کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے اور ایمانداروں کی طرف ہمارے دل میں کہیں (اور شمنی) نہ ڈال، اے ہمارے رب! بیشک تو شفقت و مہربانی کرنے والا ہے۔ (الحشر: ۱۰)

دوم:

صحابہ کے سلسلے میں من گھڑت برائیوں سے متعلق جو روایتیں ہیں ان کا متعدد طریقوں سے جواب دینا جو حسب ذیل ہیں:

پہلا طریقہ: یہ تمام مرویات جھوٹی ہیں، جو دشمنان اسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عین کو بد نام کرنے کے لئے گھڑی ہیں۔

دوسرा طریقہ: ان روایات میں حذف و اضافہ سے کام لیا گیا ہے یا اس کی صحیح شکل بگاڑ دی گئی ہے، اس میں جھوٹ کی آمیزش کی گئی ہے، لہذا یہ محرف ہیں، ان کی طرف رجوع کرنا صحیح نہیں ہے۔

تیسرا طریقہ: اس ضمن جتنے آثار اور احادیث وارد ہوئیں، بہت ہی کم ہیں، اگر یہ روایتیں کسی حد تک صحیح ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عین کو اس حد تک محدود سمجھنا چاہئے، اس لئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

سب کے سب مجتہد تھے یا تو انہوں نے اپنے اجتہاد میں صحیح فیصلہ کیا یا غلط اگر صحیح فیصلہ کیا ہے تو ان کے لئے دواجر ہے اور اگر غلط فیصلہ کیا ہے تو ان کیلئے ایک اجر ہے، ان کی غلطی معاف ہے، اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرٌ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ“ جب حاکم اجتہاد کرتا ہے اور اس میں صحیح اجتہاد کرتا ہے تو اس کے دواجر ہیں اور اگر غلط اجتہاد کرتا ہے تو اس کا ایک اجر ہے۔ (صحیح بخاری: کتاب الاعتصام بالكتاب والسنۃ: باب أجر الحاکم...الخ: ۷۳۵۲)

چوتھا طریقہ: وہ ہماری ہی طرح انسان تھے، ان سے غلطی ہو سکتی ہے، اس لئے وہ باعتبار انسان گناہ و خطاء سے مخصوص نہیں ہیں اور ان سے جو کچھ بھی گناہ سرزد ہوں ان کے ہزاروں مکفرات (نیک اعمال) ان کے پاس ہیں، جن سے ان کے گناہ دھل سکتے ہیں، ان کے لئے توبہ ہے جو ہر گناہ کو کھا جاتی ہے، ان میں بہت سے فضائل و نیک اعمال ہیں جن کی وجہ سے ان کی مغفرت ہو سکتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبُنَ الَّسَيِّئَاتِ﴾ یقیناً نیکیاں برا نیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ (ہود: ۱۱۳)
ان کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کا شرف حاصل ہے، جو ان کی ان معمولی خطائ کو دھونے کے لئے کافی ہے۔

ان کی نیکیاں دوسروں کی نیکیوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ کردی جائیں گی، پھر ان کے فضل و فضیلت کو کوئی نہیں پاسستا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے ثابت ہے کہ وہ سب سے اچھی نسل سے تعلق رکھنے والے تھے، ان کا ایک مصدقہ دوسروں کے احد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ سے افضل و بہتر ہے، اللہ ان سے راضی ہوا اور انہیں بھی راضی رکھے گا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تمام اہل وسنت و جماعت اور ائمہ کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم علیہم السلام میں سے کوئی بھی معصوم نہیں، نہ تو سابقین اولین والے نہ لاحقین اور قرابت والے بلکہ ان سے گناہ سرزد ہونا ممکن ہے، پھر اللہ تعالیٰ توبہ کے ذریعے ان کے گناہ کو معاف کر دے گا، ان کے درجات کو بلند فرمائے گا، اور ان کے نیک اعمال کی وجہ سے ان کے گناہ مٹ جائیں گے یاد گیر اسباب کی بنا پر ان کی مغفرت ہو جائے گی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾ (۳۳)
 یَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذُلِّکَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ (۳۴) ﴿لِیُکَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي
 عَمِلُوا وَيَنْجِیْهُمْ أَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (۳۵) اور جو سچے دین کو لائے اور
 جس نے اس کی تصدیق کی یہی لوگ پارسا ہیں۔ اور جو چاہیں گے ان کے لئے ان کے پروردگار
 کے پاس (موجود) ہے، نیک و کاروں کا یہی بدله ہے تاکہ اللہ ان سے برا نیوں کو جوانہوں نے
 کیسی دور کر دے اور نیک کاموں کا وجوہ کرتے رہے، ان کو بدله دے۔ (آل الزمر: ۳۴-۳۵)

اور ایک جگہ ارشاد ہے: ﴿حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبُّ
 آؤزْعِنْيَ أَنَّ أَشْكُرْ نِعْمَتَكَ الْيَقِّيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالَّذِي وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضِيهُ
 وَأَصْلِحَ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْشِّرُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ (۱۵) اُولَئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ
 عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَحَاوُزُ عَنْ سِيَّاْتِهِمْ فِي أَحْلَبِ الْجَنَّةِ وَعَدَ الصِّدِّيقِ الَّذِيْنَ
 كَانُوا يُؤْعَدُوْنَ﴾ (۱۶) یہاں تک کہ جب وہ اپنی پنچتی اور چالیس سال کی عمر کو پہنچا تو کہنے لگا
 اے میرے پروردگار مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر بجالا و جو تو نے مجھ پر اور

میرے ماں باپ پر انعام کیا ہے اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جن سے تو خوش ہو جائے اور تو میری اولاد کو بھی صالح بنा۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے نیک اعمال تو ہم قبول فرمائیتے ہیں اور جن کے بعض اعمال سے درگزر کر لیتے ہیں، یہ جتنی لوگوں میں ہیں۔ اس سچے وعدے کے مطابق جوان سے کیا جاتا ہے۔ (الأحقاف: ۱۶ - ۵)

فتنه پرور لوگ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عین کے مابین اختلافات اور جنگ و جدال کا جو فتنہ اٹھا تھا اس کو دشمنان دین اسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شخصیت و کرامت پر حملہ کرنے کا سبب بنالیا، اس نہیں کہ عمل میں آج کے کچھ اصحاب قلم لگے ہوئے ہیں، جو بلا علم و معرفت مخفی کیوں کرتے ہیں اور اپنے آپ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عین کے مابین حکم بنا کر پیش کرتے ہیں اور بلا دلیل و جحت کسی صحابی کو سچا اور کسی کو خطلا کار گردانتے ہیں اور یہ سب کچھ جہالت، خواہشات کی پیروی اور حاصلہ دشمن مستشر قہیں اور ان کے دم چھلوں کی تقلید میں کیا جاتا ہے، ان لوگوں نے اپنے عمل سے اسلامی تاریخ اور قرن اول کے اسلاف سے ناواقف بعض نوجوانوں میں شک و شبہ کا نجح بودیا ہے، اس طرح سے وہ دیار اسلام ہی سے اسلام پر تختہ چلانا چاہتے ہیں، مسلمانوں میں انتشار و اناکری پیدا کرنا چاہتے ہیں، اور اس امت کی موجودہ نسل میں اپنے اسلاف سے متعلق بعض و نفرت کا نجح بونا چاہتے ہیں تاکہ وہ اپنے اسلاف کی اقتدا نہ کریں، جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ جَاءُوكُمْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَغْفِرْ لَنَا وَلَا خُوايْنَا الَّذِينَ

سَبَقُوكَ إِلَيْهِمَا نِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غُلَالَ لِلذِّينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٠﴾
 اور (ان کے لئے) جوان کے بعد آئیں اور کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے
 اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے اور ایمانداروں کی طرف ہمارے دل
 میں کہیں (اور دشمنی) نہ ڈال اے ہمارے رب پیش ک تو شفقت و مہربانی کرنے والا
 ہے۔ (الحشر: ۱۰)

فصل ششم

صحابہ کرام اور انہمہ عظام کو برا کہنے سے بچنا

صحابہ کرام کو برا بھلا کہنے کی ممانعت:

اہل سنت و جماعت کے نزدیک مسلمہ اصول ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق ان کے دل صاف ہیں اور ان کی زبان ان کی شانخواں ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کرتے ہیں:

﴿وَالَّذِينَ جَاءُوكُمْ مِّنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَغْفِرْ لَنَا وَلَا خُواِنِنَا الَّذِينَ سَبَقُوكُمْ بِالإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غُلَالًا لِّلَّذِينَ آمَنُوكُمْ رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾
اور (ان کے لئے) جوان کے بعد آئیں اور کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا پکے اور ایمانداروں کی طرف ہمارے دل میں کہیں (اور دشمنی) نہ ڈال اے ہمارے رب پیش ک تو شفقت و مہربانی کرنے والا ہے۔

(الحشر: ۱۰)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعین کو برا مت کہو:

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر سختی سے عمل کرتے ہیں:

”لَا تَسْبُوا أَصْحَابِي فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ أَحَدًا كُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحْدِي ذَهَبَأَ، مَا أَدْرِكَ مُدَّ أَحْدِي هُمْ، وَلَا نَصِيفَهُ“ میرے اصحاب کو برا بھلامت کہو۔ اگر کوئی شخص احمد پھاڑ کے برابر بھی سونا (اللہ کی راہ میں) خرچ کر ڈالے تو ان کے ایک مدغلہ کے برابر بھی نہیں ہو سکتا اور نہ ان کے آدمیے مد کے برابر۔ (صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابة، باب تحریم سب

اہل سنت و روافض اور خوارج کے گمراہ کن طریقہ سے پاک ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عنہم عین کو سب شتم کرتے ہیں، ان کے لئے بعض رکھتے ہیں، ان کے فضائل کا انکار کرتے ہیں اور ان کے اکثر پر کفر کا فتوی لگاتے ہیں۔

وہ بہترین لوگ تھے:

کتاب سنت میں صحابہ کرام کے جو فضائل بیان ہوئے ہیں، ان کو اہل سنت و جماعت قبول کرتے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عنہم عین کو امت کی سب سے اچھی جماعت سمجھتے ہیں، جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”خَيْرُكُمْ قَرُونِ“ تم میں بہترین میرے دور کے لوگ ہیں۔ (صحیح بخاری: کتاب

الشهادات: باب لا يشهد على شهادة جور اذا شهد: ٢٦٥١)

اہل سنت و جماعت کون لوگ ہیں؟ ہم انہیں ایک حدیث کی روشنی میں سمجھ سکتے ہیں، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی اور ایک فرقہ کے سوا سب فرقے جہنم میں جائیں گے، لوگوں نے اس ایک جماعت کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي“ یہ وہ لوگ ہوں گے جو میرے اور میرے صحابہ کے نقش

قدم پر ہوں گے۔ (جامع الترمذی: کتاب الایمان: باب ما جاء في افتراق هذه الأمة: ٢٦٣١)

امام ابو زرعة جو امام مسلم کے سب سے بڑے شخص ہیں، فرماتے ہیں:

”جب بھی کسی شخص کو دیکھو کہ وہ صحابہ کرام میں سے کسی کی کوئی خامی تلاش کر رہا ہے تو سمجھو کہ وہ زنداقی اور دہری ہے، اس لئے کہ قرآن حق ہے، رسول حق ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لا

ئی ہوئی تعلیمات کو ہم تک پہنچانے والے صحابہ کرام رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ ہی ہیں، لہذا ان پر جرح کرنا در اصل اسلامی تعلیمات اور کتاب و سنت کو باطل قرار دینا ہے، لہذا صحابہ کرام رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ پر جرح کرنے والے کو زنداق و دھریہ کہنا بحق ہے۔

علامہ ابن حمدان اپنی تصنیف نہایۃ الہمتدین میں لکھتے ہیں:

”اگر کوئی کسی صحابی کو برا بھلا کہنا جائز سمجھتا ہے تو وہ کافر ہے اور اگر سب وشم کرتا ہے لیکن اس کو جائز نہیں سمجھتا تو وہ فاسق ہے، بلکہ اس سے مطلق کافر بھی ہو جاتا ہے اور اگر کوئی کسی صحابی پر فتن کا حکم لگاتا ہے یا ان کے دین پر جرح کرتا ہے یا ان پر کفر کا فتوی لگاتا ہے تو وہ بھی کافر ہے۔ (شرح عقیدۃ السفارینی)

ائمهہ ہدایت و علمائے امت کو برا بھلا کہنے کی ممانعت

ائمهہ کی فضیلت:

صحابہ کرام رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ کے بعد فضل و کرم کے اعتبار سے داعیان دین اور علمائے امت اگلے نمبر پر آتے ہیں، ان میں تابعین و تبع تابعین اور ان کے بعد آنے والے ان کے تبعین ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالسِّقْوَنَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ
لِيَحْسَأَنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾ اور سبقت کرنے والے پہلے لوگ مہاجرین اور انصار میں سے اور وہ لوگ جنہوں نے پیروی کی ان کی نیکی کے ساتھ راضی ہوا اللہ ان سے اور وہ راضی ہوئے۔ (التوبۃ: ۱۰۰)

لہذا ان کی تنقیص کرنا یا انہیں برا بھلا کہنا کسی حال میں جائز نہیں، اس لئے کہ یہ رشد و

ہدایت کے علم بردار ہیں:

﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدُىٰ وَيَتَّبِعُ غَيْرَ سَبِيلِ

الْهُؤُمَىءِينَ نُوَلِّهُ مَا تَوَلَّ وَنُضْلِهُ جَهَنَّمَ وَسَاءِتْ مَصِيرًا﴾ جو شخص باوجود راه ہدایت کے واضح ہوجانے کے بھی رسول اللہ ﷺ کے خلاف کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھروہ خود متوجہ ہوا اور دوزخ میں ڈال دیں گے وہ پکنچے کی بہت ہی برقی جگہ ہے۔ (النساء: ١١٥)

الطاویہ کے شارح فرماتے ہیں:

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور دوستی کے بعد مومنین کے ساتھ بھی دوستانہ اور ہمدردانہ تعلق رکھے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے، خاص طور سے انبیاء کے وارثوں سے تعلق اور دوستی بہت ضروری ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے ستاروں کے مانند بتایا ہے، جن کی روشنی کے ذریعہ بروجھر کے طلاقات کی راہیں طکی جاتی ہیں، تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ ان کی ہدایت اور سمجھ بوجھ میں کوئی نقش نہیں ہے۔

سنتوں کے رکھوالے:

یہ لوگ دراصل رسول اللہ ﷺ کی امت کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کے خلفاء ہیں مری ہوئی سنتوں کو یہ زندہ کرتے ہیں، انہیں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی کتاب بھی قائم ہے، اور ان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد کتاب اللہ کی نشر و اشاعت ہے، کتاب ان کی زبان سے بولتی ہے اور یہ کتاب کی زبان سے بولتے ہیں، تمام لوگ یقینی طور پر اس بات پر متفق ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی واجب ہے، لیکن جب ان میں سے کسی کا کوئی ایسا قول منقول ہو جو حدیث کے خلاف ہو تو اس قول کو چھوڑنا ضروری ہے۔

ہم پران کے بڑے احسانات ہیں، ہم سے پہلے انہوں نے اسلامی تعلیمات کے بار گراں کو اٹھایا، ہم تک پوری امانت کے ساتھ اسے پہونچایا، اس کے رمز بیان کرنے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور انہیں راضی فرمائے:

اہل سنت کے لئے راہ عمل:

علمائے کرام کی قدر و منزلت گھٹانا اور ان سے اجتہادی غلطی ہونے پران کی تنقیص کرنا بدعتیوں کا طریقہ ہے اور دشمنان اسلام کی ایک گہری سازش ہے اور یہ صرف اس لئے ہے تاکہ اس امت کے خلف اپنے سلف سے کٹ جائیں اور نوجوانوں کے مابین ایک خلیج پڑ جائے، لہذا یہیں سے بعض مبتدی طلباء کو بھی متنبہ ہونا چاہئے جو فقہائے امت کی قدر و منزلت کو گھٹاتے ہیں اور فقهاء اسلامی کی قدر و منزلت کو کم کرتے ہیں اس کے پڑھنے اور پڑھانے سے بے رغبتی کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے اندر جو حق اور اچھی باتیں ہیں اس کو بھی قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں، جب کہ انہیں اپنی فقہہ پر عزت محسوس کرنی چاہئے، اپنے علماء و فقہاء کی تکریم و توقیر کرنی چاہئے اور گمراہ کن پروپیگنڈوں سے متناثر نہیں ہونا چاہئے اور نہ کسی کے بہکاوے میں آنا چاہئے۔



الباب الرابع

بدعیتیں اور ان سے بچاؤ

فصل اول:

اقسام بدعت اور ان کے احکام

فصل دوم:

مسلم معاشروں میں ظہور بدعت اور اس کے اسباب

فصل سوم:

اہل سنت کا بدعتیوں سے تعلقات کا انداز

فصل چہارم:

عصر حاضر کی چندی بدعتوں کے نمونے

فصل اول

اقسام بدعت اور ان کے احکام

بدعت کیا ہے؟

لغت کے اعتبار سے بدعت لفظ بدع سے مانو ہے، جو بغیر سابقہ مثال کے کسی چیز کے ایجاد و اختراع کے معنی میں آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿بِدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ وہی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ (البقرة: ٢٧)
یعنی اللہ تعالیٰ بغیر سابقہ مثال کے زمین اور آسمان کا ایجاد کرنے والا ہے، ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ مَا كُنْتُ إِدْعًا مِنَ الرُّسُلِ﴾ آپ کہہ دیجئے! کہ میں کوئی بالکل انوکھا پیغمبر نہیں۔ (الأحقاف: ٩)

یعنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام لانے والا پہلا پیغمبر نہیں ہوں بلکہ مجھ سے پہلے بہت پیغمبر آچکے ہیں۔

عام بول چال میں کہا جاتا ہے: ”فلا شخص نے فلا بدعت ایجاد کی جو پہلے کبھی نہ تھی“۔

بدعت کی اقسام:

(۱) عادات و اطوار کی بدعت جیسے نئی ایجادات و اختراعات کی بدعت، یہ بدعت جائز ہے، اس لئے کہ عادات و اطوار میں اصل مباح ہے۔

(۲) بدعت کی دوسری قسم ہے دین کے اندر بدعت پیدا کرنا اور یہ بدعت حرام ہے، اس لئے کہ شریعت و دین دراصل تو قیفی چیز ہے، یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمان ہے: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

”مَنْ أَحَدَثَ فِي أَمْرٍ نَاهَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ“ جس نے ہمارے دین میں از خود کوئی ایسی چیز نکالی جو اس میں نہیں تھی تو وہ رد ہے۔ (صحیح بخاری: کتاب الصلح: باب اذا اصطلاح على صلح جور فالصلح مردود: ۲۶۹)

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

”مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرٌ نَاهَذَا فَهُوَ رَدٌّ“ جو کوئی ایسا عمل کرے جس پر ہمارا معاملہ نہیں تو وہ مردود ہے۔ (صحیح مسلم: کتاب الأقضیة: باب نقض الأحكام الباطلة و رد محدثات الأمور: ۱۸۱)

دین میں بدعت:

اس کی بھی دو قسمیں ہیں:

قولی و اعتقادی بدعت، جیسے جہیسہ، معززلہ، رواض و تمام گمراہ فرقوں کے اقوال، تحریریں اور ان کے اعتقادات۔

عملی بدعت:

عبدات میں بدعت جیسے عبادات کا ایسا طریقہ نکالنا جو اسلام میں مشروع نہ ہو، اس کی بھی متعدد قسمیں ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

(۱) بدعت کا وجود اصل عبادت میں ہو جیسے عبادت کا ایسا طریقہ نکالا جائے جس کی شریعت میں کوئی سندر نہ ہو مثلاً نئی اور غیر مشروع نماز نکالی جائے، غیر مشروع روزہ رکھا جائے، یا نئی

عید منائی جائے جیسے عید میلاد وغیرہ۔

(۲) مشروع عبادات میں کسی چیز کا اضافہ کر دیا جائے، جیسے ظہر یا عصر کی نماز میں ایک رکعت بڑھا کر اس کی رکعتیں پانچ کر دی جائیں وغیرہ۔

(۳) مشروع عبادت کی ادائیگی میں بدعت کر لی جائے اور غیر مشروع طریقہ پر اسے ادا کیا جائے، جیسے مسنون دعا کیں اجتماعی طور پر گا گا کر پڑھنا یا عبادت میں نفس پرانتی سختی کرنا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کے دائرہ سے نکل جائے۔

(۴) کسی مشروع عبادت کے لئے غیر مشروع وقت کی تعین کرنا، جیسے یوم عاشوراء کو عبادت کے لئے خاص کرنا، کسی خاص دن میں دن کو روزہ رکھنا وغیرہ، اس لئے کہ نماز و روزہ تو ضرور فرض ہیں لیکن ان کے اوقات مقرر کرنے کے لئے کوئی ٹھوس دلیل چاہئے۔

دین میں بدعت کی اقسام کا حکم

دین میں ہر بدعت حرام اور گراہی ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

”وَإِنَّمَا كُنْدَرَةً وَمُخْدَثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُخْدَثَةٍ بُلْعَةٌ، وَكُلَّ بُلْعَةٍ ضَلَالَةٌ“ نبی باطول سے مچو ہرئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گراہی ہے۔ (سنن أبي داؤد: کتاب السنۃ: باب نزوم السنۃ: ۷۰)

اور ایک جگہ ارشاد گرامی ہے:

”مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرٍ تَاهَذَّا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَذْءٌ“ جس نے ہمارے دین میں از خود کوئی ایسی چیز نکالی جو اس میں نہیں تھی تو وہ مردود ہے۔ (صحیح بخاری: کتاب الصلح: باب اذا اصطلاحوا على صلح جور فالصلح مردود: ۲۶۹)

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

”مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرٌ نَافِهُوَ رَدٌّ“، جو کوئی ایسا عمل کرے جس پر ہمارا

معاملہ نہیں تو وہ مردود ہے۔ (صحیح مسلم: کتاب الأقضییۃ: باب نقض الأحكام الباطلة و رد محدثات الأمور: ۱۷۱۸)

شاطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

ان حدیثوں سے بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ دین میں پیدا کی ہوئی ہر چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی اور مردود ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ عبادات اور اعتقادات میں بدعت حرام ہے، لیکن بدعت کی نوعیت کے اعتبار سے اس کی حرمت کا حکم مختلف ہو گا، اس لئے کہ بعض بدعین تو کھلا کفر ہیں، جیسے قبروں کا طواف کرنا، قبروں پر نذر و نیاز چڑھانا، اصحاب قبر سے کچھ مانگنا، ان سے استغاثہ کرنا، اسی صمن میں غالی قسم کے جہنی اور معترضی افراد کے اقوال بھی آتے ہیں، اور بعض بدعین شرک کے وسائل ہیں، جیسے قبروں پر تعمیر، وہاں کی نماز اور دعا وغیرہ، بعض بدعین اعتقادی فسق کے درجہ میں آتی ہیں جیسے خوارج، قدریہ اور مرجحہ وغیرہ کی بدعین جو سراسر شریعت کے مخالف ہیں، ان میں سے بعض بدعین تو معصیت ہیں جیسے ترک دنیا کی بدعت، دھوپ میں کھڑے ہو کر روزہ رکھنے کی بدعت اور قوت باہ کو ختم کرنے کے لئے آپریشن وغیرہ کی بدعت۔

(الأعتصام للشاطبی ۲۷۳)

ایک انتباہ

بدعت کی تقسیم غلط ہے: جو شخص بھی بدعت کی دو قسمیں کرتا ہے ایک بدعت حسنة و سری بدعت سیئہ و غلطی پر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی مخالفت کرتا ہے، ارشاد ہے: ”فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدُعَةٍ، وَكُلَّ بِدُعَةٍ ضَلَالٌ“ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (سنن أبي داؤد: كتاب السنۃ، باب لزوم السنۃ: ۲۶۰)

اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام بدعتوں کو گمراہی قرار دیا ہے، جب کہ بعض بدعتوں کو بدعت حسنة کہنے والا گویا ہر بدعت کو گمراہی و ضلالات نہیں سمجھتا۔

علامہ حافظ ابن رجب ”شرح الأربعين“ میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ: ”ہر بدعت گمراہی ہے۔“ بہت ہی جامع ترین کلمہ ہے، جس سے کوئی بدعت نہیں نکل سکتی، یہ دین کا بہت ہی بنیادی قاعدة ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مطابق ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ“ جس نے ہمارے دین میں از خود کوئی ایسی چیز نکالی جو اس میں نہیں تھی تو وہ مردود ہے۔ (صحیح بخاری: كتاب الصلح: باب اذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود: ۲۶۹)

لہذا ہر نئی چیز جو دین کی طرف منسوب کی جائے گی اور دین میں اس کی کوئی اصل نہ ہو گی اس کے گمراہی و ضلالات ہونے میں کوئی شک نہیں اور دین اس سے بری الذمہ ہے، چاہے اس میں اعتقادی مسائل ہوں یا ظاہری و باطنی اقوال و اعمال۔ (جامع العلوم والحكم: ۲۳۳)

قول عمر رضي الله عنه کی وضاحت:

بدعت حسنہ کے قائلین کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک قول کے علاوہ کوئی دلیل

نہیں، عمر رضی اللہ عنہ کا قول تراویح کے سلسلہ میں ہے، آپ نے فرمایا:

”نعمت البدعة هذه“ کیا ہی اچھی ہے یہ بدعت۔ (سنن أبي داؤد: كتاب السنّة، باب لروم

السنة: ٢٧)

بدعت حسنہ کے قائلین یہ بھی کہتے ہیں کہ اسلام میں بہت سی نئی چیزیں پیدا کی گئی ہیں، لیکن ہمارے اسلاف کرام نے انکار نہیں کیا ہے جیسے ایک کتاب میں قرآن کو جمع کرنا، حدیث کی تدوین و تحریر وغیرہ، اس طرح کے سوالات کا جواب ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اس طرح کی اصل شریعت میں موجود ہے، لہذا یہ بدعت نہیں ہے اور عمر رضی اللہ عنہ کا قول بھی صحیح ہے، یہاں پر انہوں نے بدعت کا لغوی معنی لیا ہے شرعی معنی نہیں۔

لہذا جس بدعت کی شریعت میں گنجائش ہے پھر اسے بدعت کہا جائے تو یہ سمجھتے کہ یہاں بدعت سے مراد بدعت لغوی ہے نہ کہ بدعت شرعی، اس لئے کہ شرعی بدعت وہ ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل موجود نہ ہو، قرآن کو ایک جگہ جمع کرنے کی اصل شریعت میں موجود ہے، اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود قرآن مجید کو لکھ لینے کا مشورہ دیتے تھے، چونکہ قرآن مجید پہلے مختلف جگہوں کے متفرق و منتشر تھا، لہذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک جگہ جمع کر دیا، ایسا صرف اس کی حفاظت کے لئے کیا گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند راتیں تراویح کی نماز پڑھی پھر چھوڑ دی، اس ڈر سے کہ کہیں ان پر فرض نہ ہو جائے، لیکن صحابہ کرام برابر اسے پڑھتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی الگ الگ انداز میں پڑھتے رہے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سب کو ایک امام کے پیچھے جمع کر دیا جس طرح سب کے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھتے

تھے، لہذا یہ دین میں کوئی بدعت نہیں ہے، تدوین حدیث کی بھی اصل شریعت میں موجود ہے، خود رسول اللہ ﷺ نے بعض صحابہ کرام کی فرمائش پر بعض حدیثوں کے لکھنے کا حکم دیا تھا اور جب آپ ﷺ کا انتقال ہوا تو وہ اندر یہ سبھی ختم ہو گیا جس کے لئے حدیث کی تدوین منوع تھی، یعنی کہیں قرآن و حدیث خلط ملٹ نہ ہو جائیں، پونکہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں قرآن مکمل ہو چکا تھا، لہذا آپ ﷺ کی وفات کے بعد مسلمانوں نے حدیث کی تدوین کی اور اس کو ضائع ہونے سے محفوظ کر دیا۔

اللہ انہیں اجر دے۔ (آمین)

فصل دوم

مسلم معاشرہ میں ظہور بدعت اور اس کے اسباب

بدعت کس دور میں ایجاد ہوئی؟

یہ معلوم ہونا چاہئے کہ علوم و عبادات سے متعلق عام بدعتیں امت کے اندر خلفائے راشدین کے آخری دور ہی سے ظاہر ہونے لگی تھیں، اور اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی دے دی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

”مَنْ يَعْشُ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنْنَةِ الْخُلَفَاءِ الْكَهْفِيِّينَ الرَّاشِدِيِّينَ“ تم میں سے جو زندے رہے گا اسے بہت سے اختلافات نظر آئیں گے، لہذا ایسے وقت میں میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت و طریقہ کو مضبوطی سے تھامے رکھنا۔ (سنن أبي داؤد: كتاب السنّة، باب لزوم السنّة: ٢٦٠)

امت میں پہلے پہل، قدریہ، مرجعہ، شیعہ اور خوارج کی بدعتیں ظاہر ہوئیں، پھر جب عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد امت میں تفرقہ پیدا ہوا تو حورویہ کی بدعت ظاہر ہوئی، پھر صحابہ کرام کے آخری عہد میں قدریہ کی بدعت ظاہر ہوئی، پھر حضرت ابن عمر، ابن عباس اور جابر رضی اللہ عنہم وغيرہم کے آخری عہد میں مرجیہ کا ظہور ہوا اور جہاں تک جہمیہ کا تعلق ہے تو وہ تابعین کے آخری عہد میں عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد ظاہر ہوا، یہ بھی مشہور ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے ان سے لوگوں کو خبردار کیا تھا اور جہنم کا ظہور خراسان میں خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے عہد میں ہوا۔

یہ بدعتیں دوسری صدی ہجری میں ظاہر ہو گئی تھیں جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود

تحتے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس طرح کی بدعتوں کی مخالفت کی تھی، پھر بعد میں معزز لہ کی بدعت سامنے آئی اور مسلمانوں میں فتنہ و فساد کا دور شروع ہو گیا، پھر لوگوں میں اختلاف آراء اور بدعتات و خواہشات کی طرف میلان اور جھکاؤ کا ظہور ہوا، پھر تصوف کی بدعت، قبروں کو پختہ بنانے کی بدعت سامنے آئی، اسی طرح جوں جوں زمانہ گزرتا گیا نئی بدعتیں سامنے آتی گئیں اور اس کی شاخیں پھیلیتی رہیں۔

بدعت نے کس جگہ جنم لیا؟

بدعت کے ظہور کے معاملہ میں مختلف ممالک و شہر مختلف حالات سے گزرے ہیں، شیخ

الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وہ بڑے شہر جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سکونت اختیار کی اور جہاں سے علم و ایمان کے چشمے پھولے پانچ ہیں، حر میں شریفین، عراقین (کوفہ و بصرہ) اور شام، انہیں پانچ شہروں سے قرآن و حدیث، فقہ و عبادات اور ان کے علاوہ اسلام کے دیگر امور کی نشر و اشتاعت ہوئی اور مدینہ منورہ چھوڑ کر انہیں شہروں سے اصولی بدعتیں بھی نکلی ہیں، کوفہ سے تشیع و ارجاء کی بدعت نکلی اور وہاں دوسرے شہروں میں پھیلی، شہر بصرہ سے قدریہ، اعتزال اور فاسد طریقہ عبادت کی بدعتیں پھیلیں ظاہر ہوئیں اور وہاں سے دوسرے شہروں میں پھیلیں، شام سے ناصیہ و قدریہ کی بدعتیں پھیلیں، جہنمیہ کی بدعت خراسان سے نکلی جو سب سے بری بدعت ہے، بدعت کاظمہ و عمو ماں شہروں میں زیادہ ہوا جو مدینہ منورہ سے زیادہ دور تھے، خاص طور پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حروفیہ فرقہ وجود میں آیا تو بدعت کا بازار بہت گرم ہوا اور جہاں تک مدینہ منورہ کی بات ہے تو یہ شہر ہمیشہ بدعت و خرافات سے پاک رہا، اگر کسی نے بدعت پھیلانے کی کوشش بھی کی تو وہ

مغلوب و مقتپر ہوا، بخلاف دوسرے شہروں کے، جہاں بدعتیوں اور خرافاتیوں کی بڑی پذیرائی ہوئی، کوفہ میں تشیع و ارجاء پھیلا، بصرہ میں اعتزال و تنسک خوب چکا، شام میں ناصبہ کا دور دورہ رہا، سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

”دجال مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔“

اسی کا اثر ہے کہ مدینہ منورہ ہمیشہ امام مالک رحمہ اللہ کے عہد تک، (جو دوسری صدی کے عالم تھے) علم وایمان کا گھوارہ رہا۔

ابتدائی تین صدیوں میں جو اسلام کے افضل ترین دور ہیں، مدینہ منورہ میں کوئی ظاہری بدعت نہ مدار نہیں ہوئی اور نہ اصول دین سے متعلق ہی کوئی بدعت سامنے آئی جیسے دوسرے شہروں میں ہوا۔

ظهور بدعت کے اسباب

اس میں کوئی شک نہیں کہ کتاب و سنت کو مضبوطی سے پکڑے رہنے سے آدمی بدعاوں و خرافات اور ہر گمراہی سے محفوظ ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَضْيِّكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ اور یہ کہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پر ہیزگاری اختیار کرو۔ (آل انعام: ١٥٣)

اس بات کی وضاحت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک حدیث شریف میں کردی ہے جابر بن عبد اللہ

کی روایت ہے:

”كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُلُوسًا إِذْ خَطَّ خَطًا، فَقَالَ: هَذَا سَبِيلُ اللَّهِ، وَخَطَّ خَطَلِينَ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شَمَائِلِهِ، فَقَالَ: هَذِهِ سُبُلُ الشَّيَاطِينِ، ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ فِي الْخَطِّ الْأَوْسَطِ“ ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے آپ نے ایک خط کھینچا اور کہا: یہ اللہ کا راستہ ہے پھر اس کے دامن طرف دو خط کھینچا اور باعثیں دو خط کھینچا اور کہا: یہ شیطانوں کا راستہ ہے پھر درمیان والے خط پر ہاتھ رکھا اور پھر یہ آیت کر یہ پڑھی:

﴿وَإِنَّ هَذَا صِرَاطٍ مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصِلْيُكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ اور یہ کہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو و سری را ہوں پرمت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پر ہیزگاری اختیار کرو۔ (الأنعام: ٥٣) (سنن أبي داؤد: المقدمة: ٦١، السنۃ للمرزوqi: ١٣)

لہذا جو بھی کتاب و سنت کی مضبوط رسمی کو چھوڑے گا، اسے گمراہ کن راستے اور مختلف بدعاات و خرافات اپنی طرف کھینچیں گی۔

بدعت کے ظہور کے اسباب و عوامل:

دین کے احکام سے ناواقفیت، نخواہشات نفس کی پیروی، اشخاص و آراء کا تعصب، کافروں کی نقل اور تقلید۔ اب ذرا ان چیزوں کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

احکام دین سے ناواقفیت:

جیسے جیسے زمانہ گزرتا جاتا ہے، لوگ رسالت کے آثار سے دور ہوتے جاتے ہیں، علم ٹھتا

جاتا ہے اور جہالت پھیلتی جاتی ہے، خود نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ وَسَلَّمَ نے اس کی خبر دی ہے، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلَہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

”مَنْ يَعْشُ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرِى اخْتِلَافًا كَثِيرًا“ تم میں سے جو زندے رہے گا اسے بہت سے اختلافات نظر آئیں گے۔ (سن أبی داؤد: کتاب السنۃ، باب لزوم السنۃ: ۳۶۰)

”إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ إِنْ تَرَأَّعًا يَنْتَزَعُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتَّىٰ إِذَا لَمْ يُبْقِي عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا فَأَفْتَوُا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا“ اللہ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ اس کو بندوں سے چھین لے۔ بلکہ وہ (پختہ کار) علماء کو موت دے کر علم کو اٹھائے گا۔ حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے، ان سے سوالات کیے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے جواب دیں گے۔ اس لیے خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبد البر: ۱/۱۸۰)

اس سے ثابت ہوا کہ بدعت کا قلع قع صرف علماء ہی کر سکتے ہیں، لہذا جب علم و علماء کا فقران ہوگا تو بدعت کو پھلنے پھولنے کا موقع مل جائے گا اور بدعتیوں کا خوب دور دورہ ہوگا۔

خواہشات نفس کی پیروی:

جو شخص بھی کتاب و سنت کی پیروی سے گریز کرے گا وہ ضرور اپنی خواہشات کی پیروی کرے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ لَمْ يَسْتَجِبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَمَّا يَتَبَعُونَ آهُواهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ
هُنَّنِ اتَّبَعُ هَوْيَهِ بِغَيْرِ هُدًى مِنْ اللَّهِ﴾ پھر اگر یہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ یہ صرف اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں اور اس سے زیادہ کوں گمراہ ہوگا جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ

کراپنی خواہش کے پیچھے چلے۔ (القصص: ٥٠)

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿أَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهًا هَوْيَةً وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَى عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَى سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَى بَصَرِهِ غُشْوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ﴾ کیا آپ نے اسے بھی دیکھا؟ جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنارکھا ہے اور باوجود سمجھ بو جھ کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون بدایت دے سکتا ہے۔ (الجاثیة: ٢٣)

اشخاص و آراء کا تعصب:

تعصب، معرفت حق اور انسان کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَتَبِعُوا مَا آتَرَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ أَبَاءَنَا﴾ اور ان سے جب کبھی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی انتاری ہوئی کتاب کی تابعداری کرو تو جواب دیتے ہیں ہم اس طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باب پدادوں کو پایا۔ (آل عمرہ: ٢٠)

آج کل تصوف کے مختلف طریقوں کے تبعین اور قبر پرستوں کا یہی حال ہے، یہ اپنے تعصب میں اندھے ہو جاتے ہیں، جب انہیں کتاب و سنت کی دعوت دی جاتی ہے اور کتاب و سنت کے خلاف اعمال سے روکا جاتا ہے تو یہ اپنے مشائخ کا حوالہ دیتے اور اپنے آباء و اجداد کے طریقہ سے دلیل پیش کرتے ہیں۔

کفار کی تقلید:

غیر قوموں کی تقلید مسلمانوں کو سب سے زیادہ بدعاویت و خرافات کے گڑھے میں ڈالتی ہے، جیسا کہ ابو اقدال لیثی کی روایت کردہ حدیث میں آیا ہے، حضرت الیثی کا بیان ہے: ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین کی طرف نکلے، ہم نے نئے نئے اسلام لائے تھے، اس وقت مشرکوں کا ایک درخت تھا جس کی وہ پرستش کرتے تھے اور اپنے ہتھیار اس پر لٹکا رکھتے تھے اسے ”ذات انواط“ (انواط والا پیڑ) بھی کہا جاتا تھا، ہم اس درخت کے پاس سے گزرے تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے لئے بھی ایک ایسا ”ذات انواط“ بنادیجھے جیسا کہ مشرکوں کا ہے، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللَّهُ أَكْبَرُ إِنَّهَا السُّنَنُ، قُلْتُمْ وَاللَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ كَمَا قَالَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ لِمُوسَى“ اللہ اکبر یہ سنن ہے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم نے ہم سے وہی بات کہہ دی جو بنو اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام نے کہی تھی۔

﴿أَجْعَلُ لَتَا إِلَهًا كَمَا لَهُمْ أَلِهَةٌ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ﴾ جیسے ان لوگوں نے معبود ہیں ہمارے لئے بھی ایک معبود بنادو۔ موسیٰ نے کہا تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو۔

(الأعراف: ١٣٨)

”لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ“ تم لوگ پہلی امتوں کے طریقوں کی قدم بقدم پیروی

کرو۔ (صحیح بخاری: کتاب أحاديث الأنبياء: باب ما ذكر عن بنی اسرائیل: ٣٢٥٦)

اس حدیث میں صاف طور سے بیان کر دیا گیا ہے کہ کفار کی تقلید ہی نے بنی اسرائیل کو اس گندے سوال پر ابھارا تھا کہ ان کے لئے بھی ایک صنم کا بندوبست کیا جائے تاکہ وہ اس کی عبادت کریں، اسی چیز نے بعض صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کرنے پر مجبور کیا کہ ان کے لئے ایک منتخب کر دیا جائے، جس سے وہ تبرک حاصل کریں، آج بھی مسلمانوں کا یہی حال ہے

آج مسلمانوں کی اکثریت کافروں کی تقلید میں لگی ہوئی ہے، مشرکانہ اعمال اور بدعاوں و خرافات میں پڑی ہوئی ہے، بڑی دھوم دھام سے برتحڑے منایا جاتا ہے، مخصوص اعمال کے لئے دن اور ہفتے منائے جاتے ہیں، مختلف دینی مناسبوں اور یادگار کے موقعوں پر جلسے جلوں منعقد کئے جاتے ہیں، مجسمے اور یادگار علامتیں نصب کی جاتی ہیں، مجلس ماتم منعقد کی جاتی ہے، پھر جنازوں کی بدعت اس پر مسترد ہے قبروں کو پختہ بنانا اور قبروں پر عمارتیں تعمیر کرنا رواج پا گیا۔

فصل سوم

اہل سنت کا بدعتیوں سے تعلقات کا انداز

ابوالدرداء غضبناک ہو گئے:

اہل سنت و جماعت برابر بدعتیوں کا جواب دیتے چلے آرہے ہیں، اور ان کی بدعاوں و خرافات کا شدت سے انکار کر رہے ہیں اور انہیں شرک و بدعت سے روک رہے ہیں، جس کے چند نمونے ملاحظہ ہوں، ام الدرباء زین اللہ ہما فرماتی ہیں:

”دَخَلَ عَلَى أَبْوِ الْلَّرْدَادِ وَهُوَ مُغَضَّبٌ، فَقُلْتُ: مَا أَغْضَبَكَ؟ فَقَالَ: وَاللَّهِ مَا أَعْرِفُ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا إِلَّا أَنَّهُمْ يُصَلُّونَ بَجِيًّا“ (ایک مرتبہ) ابو درداء آئے، بڑے ہی خفا ہو رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ کیا بات ہوئی، جس نے آپ کو غضبناک بنادیا۔ فرمایا: اللہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی کوئی بات اب میں نہیں پاتا۔ سوا اس کے کہ جماعت کے ساتھ یہ لوگ نماز پڑھ لیتے ہیں۔

(صحیح بخاری: کتاب الأذان، باب فضل صلاة الفجر في جماعة: ٢٥٠)

قصہ حد سے بڑھنے والوں کا:

عمر بن تیجی بیان کرتے ہیں:

میں نے اپنے والد کو اور انہوں نے اپنے والد کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنائے ہے کہ: ”ایک مرتبہ ہم صحیح کی نماز سے پہلے عبد اللہ بن مسعود کے دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جب عبد اللہ باہر تشریف لاتے تو ہم ان کے ساتھ چلتے ہوئے مسجد تک آیا کرتے تھے اسی دوران ابو موسی اشعری وہاں تشریف لے آئے اور دریافت کیا کیا ابو عبدالرحمن (عبد اللہ بن مسعود) باہر تشریف لائے۔ ہم نے جواب دیا نہیں تو ابو موسی ہمارے ساتھ بیٹھ گئے یہاں تک کہ عبد اللہ بن مسعود باہر تشریف لائے جب وہ آئے تو ہم سب اٹھ کر ان کے پاس آگئے ابو موسی نے ان سے کہا اے ابو عبدالرحمن! آج میں نے مسجد میں ایک ایسی جماعت دیکھی ہے جو مجھے پسند نہیں آئی اور میرا مقصد ہر طرح کی حمد اللہ کے لئے مخصوص ہے صرف نیکی ہے۔ عبد اللہ بن مسعود نے دریافت کیا وہ کیا بات ہے ابو موسی نے جواب دیا شام تک آپ خود ہی دیکھ لیں گے۔ ابو موسی بیان کرتے ہیں میں نے مسجد میں کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ حلقے بنائے کر بیٹھے ہوئے ہیں اور نماز کا انتظار کر رہے ہیں ان میں سے ہر ایک حلقے میں ایک شخص ہے جس کے سامنے کنکریاں موجود ہیں اور وہ شخص یہ کہتا ہے سومرتبا اللہ اکبر پڑھو۔ تو لوگ سومرتبا اللہ اکبر پڑھتے ہیں۔ پھر وہ شخص کہتا ہے سومرتبا اللہ الا اللہ پڑھو تو لوگ سومرتبا یہ پڑھتے ہیں پھر وہ شخص کہتا ہے سومرتبا سبحان اللہ پڑھو تو لوگ سبحان اللہ پڑھتے ہیں۔ عبد اللہ بن مسعود نے ان سے دریافت کیا آپ نے ان سے کیا کہا۔ ابو موسی اشعری نے جواب دیا میں نے آپ کی رائے کا انتظار کرتے ہوئے ان سے کچھ نہیں کہا۔ عبد اللہ بن مسعود نے ارشاد فرمایا آپ نے انہیں یہ کیوں نہیں کہا کہ وہ اپنے گناہ شمار

کریں اور آپ نے انہیں صانت کیوں نہیں دی کہ ان کی نیکیاں ضائع نہیں ہوں گی۔ (راوی کا بیان کرتے ہیں) پھر عبد اللہ بن مسعود چل پڑے ان کے ہمراہ ہم بھی چل پڑے یہاں تک کہ عبد اللہ ان حلقوں میں سے ایک حلقے کے پاس تشریف لائے اور ان کے پاس کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا یہ میں تمہیں کیا کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں انہوں نے جواب دیا اے ابو عبد الرحمن یہ سنکریان ہیں جن پر ہم لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ گن کر پڑھ رہے ہیں عبد اللہ نے ارشاد فرمایا تم اپنے گناہوں کو گنو میں اس بات کی صانت دیتا ہوں کہ تمہاری نیکیوں میں سے کوئی چیز ضائع نہیں ہوگی۔ اے محمد ﷺ کی امت تمہارا ستینا ناس ہوتم کتنی تیزی سے ہلاکت کی طرف جا رہے ہو یہ تمہارے نبی اکرم ﷺ کے صحابہ تمہارے درمیان بکثرت تعداد میں موجود ہیں اور یہ نبی اکرم ﷺ کے کپڑے ہیں جو ابھی پرانے نہیں ہوئے اور یہ نبی ﷺ کے برتن ہیں جو ابھی ٹوٹے نہیں ہیں اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے تم ایسے طریقے پر ہو جو نبی ﷺ کے طریقے سے زیادہ ہدایت یافتہ ہے؟ یا پھر تم گمراہی کا دروازہ کھولنا چاہتے ہو۔ لوگوں نے عرض کی اللہ کی قسم اے ابو عبد الرحمن ہمارا ارادہ صرف نیک ہے۔ عبد اللہ نے ارشاد فرمایا کتنے نیکی کے خواہش مندا یسے ہیں جو نیکی نہیں کرتے نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ قرآن ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا اور اللہ کی قسم مجھے نہیں معلوم ہو سکتا ہے ان میں سے اکثریت تم لوگوں کی ہو۔ پھر عبد اللہ ان کے پاس سے اٹھ کر آگئے۔ عمرو بن سلمہ بیان کرتے ہیں ہم نے اس بات کا جائزہ لیا ان حلقوں سے تعلق رکھنے والے عام افراد وہ تھے جنہوں نے نہروان کی جنت میں خوارج کے ساتھ مل کر ہمارے ساتھ مقابلہ کیا۔ (سنن الدارمی: باب فی کراہیۃأخذ الرأی: ۲۱۰)

امام مالک رحمہ اللہ اور ایک اجنبی:

ایک مرتبہ ایک شخص امام مالک بن انس رحمہ اللہ کے پاس آیا اور دریافت کیا: میں کس جگہ سے احرام باندھوں؟ آپ نے کہا میقات سے، جہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا۔

اس نے کہا: اگر میں وہاں سے پہلے ہی احرام باندھ لوں تو؟
امام مالک نے کہا: میرے خیال میں یہ صحیح نہیں۔

اس نے کہا اس میں ناپسندیدگی کی کیا بات ہے؟
امام مالک نے کہا: اصل میں میں تمہارے لئے فتنہ پسند نہیں کرتا۔
اس نے کہا زیادہ خیر حاصل کرنے میں کون فتنہ؟

امام مالک نے کہا: اللہ تعالیٰ کافر مان ہے:

﴿فَلِيَحْذِرَ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ سنو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا انھیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔ (النور: ٦٣)
اس سے بڑا فتنہ کیا ہو سکتا ہے کہ تمہارے لئے ایسی فضیلت مخصوص کی جائے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نا آشنا تھے۔

یہ ایک نمونہ ہے کہ ہمارے علمائے کرام برابر بدعتیوں کی حرکتوں پر نکیر کرتے آئے ہیں
اور آج بھی کر رہے ہیں۔ الحمد لله علی ذالک۔

اہل بدعت کے جواب میں اہل سنت و جماعت کا طریقہ:

ان کا منتج و طریقہ کتاب و سنت پر بتی ہے، یہ بہت ہی مدلل اور مسکت طریقہ ہے، پہلے

بدعیوں کے شبہات کا تذکرہ کیا جاتا ہے پھر ان کے بے بنیاد دلائل کا رد کیا جاتا ہے، کتاب و سنت کے دلائل کے ساتھ انہیں بتایا جاتا ہے کہ سنت کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنا فرض ہے اور شرک و بدعت اور دین میں نئی نئی چیزیں پیدا کرنا حرام ہے، اس موضوع پر بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں عقائد کی کتابوں میں شیعہ، خوارج، جہمیہ، معتزلہ اور اشاعرہ کا جواب دیا گیا ہے، جیسے امام احمد رحمہ اللہ نے جہمیہ کے رد میں کتاب لکھی ہے، اس کے علاوہ دوسرے علمائے کرام نے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے عثمان بن سعید الدارمی، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ان کے شاگرد علامہ ابن القیم رحمہ اللہ، شیخ محمد بن وہاب وغیرہم نے صوفیاء قبر پرستوں اور دیگر مگراہ فرقوں کے جواب دیئے ہیں، بدعت کے رد میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں وہ بہت زیادہ ہیں، ان میں سے بعض قدیم کتابوں کا تذکرہ ذیل میں کیا جا رہا ہے۔

رد بدعت میں چند کتابیں:

- ۱۔ کتاب الاعتراض لام الشاطبی۔
- ۲۔ کتاب اقتضاء الصراط المستقیم شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ
(کتاب کا کثیر حصہ بدعت کے رد میں ہے)
- ۳۔ کتاب انکار الحوادث والبدع... لابن وضاح۔
- ۴۔ کتاب الحوادث والبدع... لابن وضاح۔
- ۵۔ کتاب الباعث علی انکار البدع... لاطرطوسی۔

چند جدید کتابیں:

- ۱۔ کتاب الابداع مؤلفہ شیخ علی محفوظ

۲۔ کتاب السنن والمبتدعات المتعلقة بالأذكار والصلوات، مؤلفه شیخ

محمد بن احمد الشقیری الحوامدی۔

۳۔ رسالۃ التحذیر من البدع، مؤلفه الشیخ عبدالعزیز بن باز۔

الحمد للہ آج بھی علمائے کرام کی ایک بڑی جماعت بدعت کے قلع قمع کرنے اور بدعتیوں کو راہ راست پر لانے میں لگی ہوئی ہے نیز یہ لوگ رسائل و جرائد، درائع ابلاغ، خطبہ جمعہ، سیمیناروں اور کانفرنسوں کے ذریعہ اس میدان میں کام کر رہے ہیں، جس کا مسلمانوں کو بیدار کرنے اور بدعت کے ازالہ اور بدعتیوں کو راہ راست پر لانے میں بڑا اثر ہے۔

فصل چہارم

عصر حاضر کی چند نئی بدعتوں کے نمونے

☆ میلاد شریف کے جشن اور جلوس

☆ بعض آثار و مقامات اور مردوں سے تبرک

☆ عبادات و تقرب کے میدان کی بدعتیں

چند وجوہات کی بنا پر عصر حاضر میں بدعتیں بہت ہی زیادہ فروغ پا گئی ہیں، ان وجوہات میں سب سے بڑی وجہ جہالت ہے، پھر قرن اول سے اس زمانہ کی دوری، پھر بدعت کی طرف بلا کر اور سنت کی مخالفت کر کے پیٹ پالنے والے مولویوں کی کثرت، پھر غیر مسلم اقوام و ملک کے عادات و اطوار اور شعائر و روایات کی تقلید بھی اس کی ایک بڑی وجہ ہے، سچ فرمایا تھا رسول اللہ ﷺ نے:

”لَتَتَّبِعُنَّ سَيْنَ مَنْ قَبْلَكُمْ“ تم لوگ پہلی امتوں کے طریقوں کی قدم بقدم پیروی

کرو۔ (صحیح بخاری: کتاب أحادیث الأنبياء: باب ما ذكر عن بنی اسرائیل: ۳۲۵۶)

ربيع الاول میں میلاد کے جشن اور جلوس:

میلاد منانا سراسر عیسایوں کی تقلید ہے۔ اس لئے کہ عیسائی مسیح علیہ السلام کی ولادت کا دن مناتے ہیں، اسلام میں یہ چیز نہیں ہے، لیکن اکثر جاہل مسلمان اور گمراہ علماء ہر سال ماہ ربيع الاول کو میلاد شریع کے نام سے جشن اور جلوس نکالنے لگے ہیں۔ بعض تو اس طرح کے جلسے مسجد ہی میں منعقد کرتے ہیں اور بعض اپنے گھروں، میدانوں یا بازاروں میں بڑے اهتمام سے منعقد کرتے ہیں، جس میں بڑی تعداد میں گنوار لوگ حاضر ہوتے ہیں اور وہ یہ سب کچھ نصاریٰ کی تقلید اور نقل

میں کرتے ہیں۔ نصاری جس طرح عیسیٰ علیہ السلام کا میلا دمنا تے ہیں ٹھیک اسی طرح مسلمان بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میلا دمنا تے ہیں اور میلا دکی ہر چیز میں ان کی تقليد کرتے ہیں، جب کہ اس طرح کے جشن اور جلوس، بدعت و خرافات اور نصاری کی تقليد کے علاوہ اس میں ہزاروں طرح کے ثرکیہ اعمال کئے جاتے ہیں اور منکرات کا ارتکاب کیا جاتا ہے، ایسے نعمتیہ کلام پیش کئے جاتے ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں غلو ہوتا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر سمجھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے دعائیں مانگی جاتی ہیں، غوث اعظم کے دامن کونہ چھوڑ نے کی صدالگائی جاتی ہے جب کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”لَا تُطْرُوْنِي، كَمَا أَطْرُوْتُ النَّصَارَى إِبْنَ مَرْيَمَ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ، فَقُولُوا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ“ مجھے میرے مرتبے سے زیادہ نہ بڑھاؤ جیسے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو نصاری نے ان کے رتبے سے زیادہ بڑھا دیا ہے۔ میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، اس لیے یہی کہا کرو (میرے متعلق) کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ (صحیح بخاری: کتاب أحادیث الأنبياء: باب قول الله تعالى: واذكر في الكتاب مریم: ٣٢٣٥)

اہل میلا دکا اعتقاد:

لفظ ”اطراء“ کا معنی ہے مدح و تعریف میں غلو کرنا، میلا دلبی کے جشن و جلوس میں عموماً لوگ یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود اس محفل میں تشریف لاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کی دوسری برا بیاں یہ ہیں کہ ان میں لوگ اجتماعی طور پر نعمت خوانی و نظم خوانی کرتے ہیں، گانے بجانے کا پورا اہتمام ہوتا ہے، صوفیوں کے اذکار اور اوراد پڑھے جاتے ہیں، مختلف بدعتوں کا ارتکاب کیا جاتا ہے، اس میں مردو زن کا احتلاط بھی ہوتا ہے، جس سے فتنہ و فساد ہوتا ہے لوگوں کے فواحش میں پرنے کا پورا اخطرہ رہتا ہے، اگر یہ مخالفین تمام برا بیوں سے پاک بھی ہوں تو

بھی لوگوں کا اس بات کے لئے جمع ہونا، اجتماعی طور پر کھانا پینا، خوشی و سرست کا اظہار کرنا بذات خود ایک بدعت ہے اور دین میں ایک نئی چیز کی ایجاد ہے، جب کہ حدیث شریف کے الفاظ ہیں:

”ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

اور آہستہ آہستہ اس طرح کے جلوسوں میں منکرات و برائیوں کا درآنا یقینی بات ہے جیسا کہ عموماً ہوتا ہے۔

ابو حفص تاج الدین کا دلوك جواب:

میلاد النبی مسنان میرے نزدیک ایک بدعت ہے، اس لئے کہ کتاب و سنت سلف صالحین اور خیر القرون میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ یہ چوتھی صدی ہجری کی پیدوار ہے، شیعہ فاطمیوں نے اسے ایجاد کیا ہے۔ امام ابو حفص تاج الدین الفاکہانی رحمہ اللہ کا کہنا ہے:

مبابر کیوں کی ایک جماعت مجھ سے بات بار پوچھ رہی ہے کہ ماہ ربیع الاول میں جو میلاد النبی مناتے ہیں کیا دین میں اس کی اصل ہے؟ چونکہ صاف طور پر مجھ سے یہ سوال کیا گیا ہے اس لئے صفائی کے ساتھ میرا جواب ہے کہ کتاب و سنت میں اس کی کوئی اصل نہیں اور نہ ان علمائے کرام ہی سے یہ منقول ہے جو ہمارے لئے اسوہ ہیں، جو منقاد میں کے آثار مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں، بلکہ میرے نزدیک یہ ایک بدعت ہے جسے کچھ بے کار اور کاہل قسم کے لوگوں نے ایجاد کر رکھا ہے اور کچھ کھانے پینے والے نفس پرستوں نے کھانے پینے کا ذریعہ بنارکھا ہے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا موقف:

اس سلسلہ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”آج کل جس طرح لوگ میلاد شریف مناتے ہیں یا تو نصاری کی تقلید میں مناتے ہیں

اس لئے کہ یہ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یوم ولادت مناتے ہیں یا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم میں مناتے ہیں، جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ پیدائش میں مورخوں اور سیرت نگاروں کے مابین اختلاف ہے، اس طرح کامیلاً ہمارے سلف صالحین نے کبھی نہیں منایا اگر یہ خیر و بھلائی کی چیز ہوتی تو ہمارے اسلاف کرام ضرور ایسا کرتے، اس لئے کہ وہ ہم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنے والے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے تھے۔ وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی پیروی اور اور ایک ایک سنت کو زندہ کرنے کے لئے مرٹتے تھے، وہ ہم سے زیادہ نیکی کے حریص تھے، یہ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و تعظیم کا ذریعہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی و اتباع، آپ کی سنتوں کے احیاء دین اسلام کے فروع لا باعث اور دل و زبان اور ہاتھ سے جہاد ہی کو سمجھتے تھے، یہی طریقہ سابقین اولین مہاجرین و انصار اور ان کے سچے تبعین کا تھا۔ اس بدعت کے رد میں متعدد کتب و رسائل لکھے گئے، پہلے بھی اور موجودہ دور میں بھی، اصل میں میلا شریف ایک بدعت ہونے کے علاوہ دوسرے اولیاء و صالحین کی یوم ولادت (برتحم ڈے) منانے کا راستہ کھوں دیتی ہے، جس سے شروفزادے کے مختلف دروازے کھل جاتے ہیں۔

بعض مقامات، آثار اور زندہ و مردہ اشخاص سے برکت حاصل کرنا:

ملحق سے برکت حاصل کرنا بھی ایک سنگین بدعت ہے، جو آج کل بہت زوروں پر، در اصل یہ بت پرستی کی ایک قسم ہے، ایک ایسا جاگ ہے جس سے بہت سے مفاد پرست حضرات سید ہے سادے لوگوں کو پھانس کراپن پیٹ پالتے ہیں۔

لفظ ”تبرک“ کے معنی ہیں برکت کا طلب گارہونا اور برکت کا معنی ہے کسی چیز میں خیر و بھلا کی ثبوت یا خیر و بھلائی میں اضافہ کی صلاحیت، خیر و بھلائی کی طلب، یا اس میں اضافہ کی خواہش

اسی ذات سے درست ہے جو اس کا مالک اور اس پر قادر ہوا اور وہ سوائے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اور کون ہو سکتا ہے؟ وہی ذات بابرکت ہے جو برکت کو نازل فرماتی ہے اور اس کو ثابت کرتی ہے جہاں تک مخلوق کی بات ہے وہ برکت عطا کرنے یا اس کو پیدا کرنے اور اس کو باقی اور ثابت رکھنے پر قادر نہیں، ہمذ امارات، آثار اور زندہ و مردہ اشخاص سے برکت حاصل کرنا کسی حال میں جائز نہیں، اگر کسی کا اعتقاد ہو کہ ان میں سے کوئی چیز برکت عطا کرتی ہے تو یہ شرک کی طرف لے جانے والا راستہ ہے صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک آپ کے لعاب مبارک اور جسم اطہر سے الگ ہونے والی دیگر چیزوں سے جو برکت حاصل کرتے ہیں تو یہ آپ کی ذات مبارک کے ساتھ ہی خاص ہے آپ ﷺ کی حیات طیبہ اور ان کے درمیان موجودگی تک ہی خاص ہے۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام نے مجرہ مبارکہ، روضہ اطہر وغیرہ چیزوں سے کبھی بھی برکت حاصل نہیں اور کبھی بھی کسی نے برکت و خیر کی نیت سے ان جگہوں کا قصد نہیں کیا جہاں آپ ﷺ نے نماز ادا کی تھی یا آپ ﷺ تشریف رکھتے تھے تو اولیاء و بزرگوں کی جگہوں سے برکت حاصل کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ جب کہ خود رسول اللہ ﷺ کے نشانات سے برکت حاصل کرنا صحیح نہیں ہے، اسی طرح آپ ﷺ کے انتقال کے بعد کسی صحابی نے اس طرح برکت حاصل نہیں کی، کسی صحابی کے بارے میں یہ ثابت نہیں کہ اس نے غار حراء جا کر نماز پڑھی ہوا یا دعا مانگی ہو یا وہ کوہ طور پر گئے ہوں، جہاں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے بات کی تھی تاکہ وہاں نماز ادا کریں اور نہ ان کے علاوہ دیگر مقامات اور پہاڑوں پر وہ گئے جن کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ انبیاء کے نشانات ہیں اور نہ وہ کسی نبی کی تعمیر کردہ عمارت اور نشانی پر گئے۔ اسی طرح مسجد نبوی کی وہ جگہ جہاں آپ ﷺ ہمیشہ نماز ادا فرماتے تھے اس کے متعلق ہمارے اسلاف میں سے کسی کے بارے میں یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے اسے چھووا ہوا اس کو بوسہ دیا ہوا اور

مکہ مکرمہ میں جہاں آپ ﷺ نماز ادا فرماتے تھے وہاں کے بارے میں بھی ایسا کچھ نہیں ملتا، اس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ جب اس جگہ کو جہاں آپ ﷺ کے مبارک قدم پڑے ہوں، جہاں آپ ﷺ نے نماز ادا کی ہو، شریعت نے اپنی اسی کے لئے برکت قرار نہیں دیا کہ اسے چھو جائے، اس سے برکت حاصل کی جائے، اس کا بوسہ دیا جائے، تو پھر غیر کے سلسلہ میں کیسے کہا جا سکتا ہے کہ فلاں نے یہاں نماز پڑھی تھی، حضرت نے یہاں قیلوہ فرمایا تھا، حضرت نے یہاں بیٹھ کر دعا فرمائی تھی، حضرت یہاں وضوفرمایا کرتے تھے لہذا ان جگہوں کو بوسہ دینا باعث برکت ہے تمام علمائے دین اور امت کے صالح افراد کو معلوم ہے کہ اس طرح کا کوئی عمل آپ ﷺ کی شریعت میں سے نہیں ہے۔

عبدادات اور تقرب الٰی اللہ کے متعلق بدعاۃ:

عصر حاضر میں عبادات سے متعلق لوگوں نے جو بدعتیں ایجاد کی ہیں وہ بھی کچھ کم نہیں ہیں جب کہ عبادات تمام کی تمام تو قیفی ہیں، اس میں حذف و اضافہ اور رد و بدل کے بارے میں غور و فکر کی کوئی گنجائش نہیں۔ کسی قوی دلیل کے ذریعہ ہی اس سلسلہ میں کچھ کہا جا سکتا ہے بلاد دلیل کچھ کرنا ہی بدعت ہے: ارشاد نبوی ہے:

”مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَّيْسَ عَلَيْهِ أَمْرًا فَهُوَ رَدٌّ“، جو کوئی ایسا عمل کرے جس پر ہمارا معاملہ نہیں تو وہ مردود ہے۔ (صحیح مسلم: کتاب الأقضیة، باب نقض الأحكام الباطلة و رد محدثات الأمور: بعد ۱۸۱)

موجودہ غیرشرعی عبادتوں کی چند جھلکیاں

نیت نماز کو بآواز بلند ادا کرنا:

اس طرح کی نیت بدعت ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت نہیں، نیز

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ أَتُعْلِمُونَ اللَّهَ بِدِينِنِكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنی دینداری سے آگاہ کر رہے ہو، اللہ ہر چیز سے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے بخوبی آگاہ ہے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے

(الحجرات: ۱۶)

نیت کی جگہ دل ہے اور نیت کرنا سراسر قلبی عمل ہے، زبان سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ ایک بدعت نماز کے بعد اجتماعی ذکر و ادکار کی ہے، جب کہ سنت یہ ہے کہ ہر شخص سنت سے ثابت شدہ ذکر انفرادی طور پر کرے، ایک بدعت مختلف موقعوں پر فاتحہ پڑھنے کی دعوت ہے خاص طور پر مردوں کے لئے اور دعا کے بعد، اسی طرح محفل ماتم کا اہتمام، حلوہ، کھجوری، قاری لوگوں کو اجرت پر بلا ناوغیرہ اور یہ سب کچھ یہ سمجھ کرنا کہ اس سے مردہ کی تعزیت ہوتی ہے یا اس سے مردہ کو فائدہ پہنچتا ہے یہ سب وہ بدعتیں ہیں جن کی کوئی بنیاد شریعت و سنت میں نہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کی کوئی دلیل نہیں بھیجی۔

تاریخی ایام میں جشن اور جلوس کا اہتمام

شب معراج، هجرت نبوی یا دوسرا تاریخی ایام میں کسی طرح کے بھی جشن اور جلوس کا

اہتمام کرنا بدعت ہے، شریعت میں اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے، اس میں وہ عمل بھی داخل ہے جو ماہ رجب میں کیا جاتا ہے مثلاً رجب کا عمرہ، اس میں نفل نماز اور روزہ کا خاص اہتمام کرنا وغیرہ بھی شامل ہیں۔ ماہ رجب کی کوئی فضیلت نہیں ہے، نعمت کے اعتبار سے اور نہ نماز، روزہ اور نذر و قربانی کے اعتبار سے ہی اور نہ رجب کے علاوہ دیگر مہینوں میں ان چیزوں کا اہتمام صحیح ہے۔

صوفیا کے ذکر و ادکار

ان کی تمام فہمیں، سب کی سب خود ساختہ چیزیں ہیں، اس لئے کہ اس سے شریعت کے ذکر و اذکار اس کے طریقہ وہیت اور اوقات کی مخالفت ہوتی ہے۔

نصف شعبان کی شب کو نماز اور دن کی روزہ کے لئے تخصیص

اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ سے کچھ بھی ثابت نہیں ہے اسی طرح قبروں کو پختہ کرنا، ان پر تعمیر کرنا انہیں مسجد بنالیتا، برکت کے لئے ان کی زیارت کرنا، مردوں کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرنا، ان کے علاوہ دیگر شرکیہ اعمال، عورتوں کا قبرستان جانا وغیرہ جب کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت زیارت کرنے والیوں پر لعنت بھیجی ہے اور قبروں کو مسجد بنانے اور ان پر چراغاں کرنے والوں کو برا بھلا کہا ہے۔

خاتمه

آخر میں ہم یہی کہیں گے کہ بدعت فکر جدید کی پیداوار ہے، یہ دین میں اضافہ ہے جسے نہ اللہ تعالیٰ نے مشروع فرمایا ہے اور نہ اس کے رسول ﷺ نے بدعت گناہ کبیرہ سے بدتر ہے اور بدعت سے شیطان اتنا خوش ہوتا ہے جتنا وہ گناہ کبیرہ سے خوش نہیں ہوتا، اس لئے کہ گناہ کے ارتکاب کے بعد تو بندہ توبہ کر لیتا ہے جب کہ بدعتی ایک بدعت کا مرتبہ ہوتے وقت سمجھتا ہے کہ یہ دین میں سے ہے، ”پھر اس سے اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لہذا اسے توبہ کی کوئی صورت محسوس نہیں ہوتی، بدعت کے احیاء سے سنت ملتی ہے اور بدعتی کے نزدیک سنت نا پسندیدہ چیز بن جاتی ہے، یہیں سے وہ اہل سنت سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ بدعت بندہ کو اللہ تعالیٰ سے دور کر دیتی ہے اس کے غضب کو دعوت دیتی ہے، دل میں فساد و زیغ اور ضلال کا باعث بنتی ہے۔

بدعیوں سے ہمارا کیا سلوک ہو:

بدعتی سے راہ و رسم پیدا کرنا، اس سے گھل مل کر رہنا حرام ہے۔ صرف انہیں راہ راست پر لانے سمجھانے اور بدعت سے انکار پر آمادہ کرنے کے لئے ایسا کیا جا سکتا ہے، اس لئے کہ ان سے گھل مل کر رہنے سے برا اثر پڑتا ہے، بدعت کی متعدد بیماری دوسرے تک پھوٹ جاتی ہے، ان سے جہاں تک ہو سکے بچنا چاہئے، ان کی برا کیوں سے دور رہنا چاہئے اور ایسا اس وقت کیا جائے گا جب ان پر گرفت اور پکڑ کی طاقت نہ ہو ورنہ ان کی گرفت پر قدرت اور طاقت کی شکل میں علمائے اسلام اور امرائے حکومت پر واجب ہے کہ بدعت کو پھلنے پھولنے سے سختی کے ساتھ روکیں، بدعیوں پر پابندی لگائیں، ان کو برائی سے باز رکھیں، اس لئے کہ اسلام کے لئے وہ زبردست

خطرہ ہیں، اس موقع پر یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ کافر حکومتیں اپنے یہاں بدعتیوں کی بڑی ہمت انزواً کرتی ہیں، بدعت کو بچلنے پھولنے کا پورا موقع دیتی ہیں، مختلف طریقوں سے ان کی مدد کرتی ہیں، اس لئے کہ اس سے اسلام کا خاتمہ ہوتا ہے اور اس کی صورت بگڑتی ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دست بے دعا ہیں کہ وہ اپنے دین کی مدد فرمائے، اپنے کلمہ کو بلند فرمائے، اپنے دشمنوں کو ذلیل فرمائے۔ درود وسلام ہونبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل و اولاد اور صحابہ کرام پر۔

